ڈاکٹر اسرار احمد

سورۃ آل عمران (آیت 172-176)

بسم اللہ الرحمن الرّحیم

﴿ اَلَّذِيْنَ اسْتَجَابُوْا لِلّٰهِ وَالرَّسُوْلِ مِنْ بَعْدِ مَا اَصَابَهُمُ الْقَرْحُ ۛ لِلَّذِيْنَ اَحْسَنُوْا مِنْهُمْ وَاتَّقَوْا اَجْرٌ عَظِيْمٌ ١٧٢ اَلَّذِيْنَ قَالَ لَهُمُ النَّاسُ اِنَّ النَّاسَ قَدْ
جَمَعُوْا لَكُمْ فَاخْشَوْهُمْ فَزَادَهُمْ اِيْمَانًا ۖ وَّقَالُوْا حَسْبُنَا اللّٰهُ وَنِعْمَ الْوَكِيْلُ ١٧٣ فَانْقَلَبُوْا بِنِعْمَةٍ مِّنَ اللّٰهِ وَفَضْلٍ لَّمْ يَمْسَسْهُمْ سُوْٓءٌ ۙ وَّاتَّبَعُوْا رِضْوَانَ
اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ ذُوْ فَضْلٍ عَظِيْمٍ ١٧٤ اِنَّمَا ذٰلِكُمُ الشَّيْطٰنُ يُخَوِّفُ اَوْلِيَآءَهٗ ۖ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ١٧٥ وَلَا يَحْزُنْكَ الَّذِيْنَ يُسَارِعُوْنَ
فِي الْكُفْرِ ۚ اِنَّهُمْ لَنْ يَّضُرُّوا اللّٰهَ شَيْـًٔا ؕ يُرِيْدُ اللّٰهُ اَلَّا يَجْعَلَ لَهُمْ حَظًّا فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ١٧٦ ﴾

’’جنہوں نے باوجود زخم کھانے کے اللہ اور رسول (کے حکم) کو قبول کیا۔ جو لوگ ان میں نیکو کار اور پرہیزگار ہیں ان کے لئے بڑا ثواب ہے۔ (جب) ان سے لوگوں نے آ کر بیان کیا کہ کفار نے تمہارے (مقابلے کے) لئے (لشکر کثیر) جمع کیا ہے تو اُن سے ڈرو تو اُن کا ایمان اور زیادہ ہو گیا اور کہنے لگے ہم کو اللہ کافی ہے اور وہ بہت اچھا کارساز ہے۔ پھر وہ اللہ کی نعمتوں اور اس کے فضل کے ساتھ (خوش وخرم) واپس آئے' اُن کو کسی طرح کا ضرر نہ پہنچا اور وہ اللہ کی خوشنودی کے تابع رہے' اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔ یہ (خوف دلانے والا) تو شیطان ہے جو اپنے دوستوں سے ڈراتا ہے' تو اگر تم مؤمن ہو تو اُن سے مت ڈرنا اور مجھی سے ڈرتے رہنا۔ اور جو لوگ کفر میں جلدی کرتے ہیں اُن (کی وجہ) سے غمگین نہ ہونا۔ یہ اللہ کا کچھ نقصان نہیں کر سکتے۔ اللہ چاہتا ہے کہ آخرت میں ان کو کچھ حصہ نہ دے' اور اُن کے لئے بڑا عذاب تیار ہے‘‘۔

جنگ احد میں جب کفار واپس مڑ گئے اور میدان خالی ہو گیا تو مسلمان ضروری کاموں میں مصروف ہو گئے۔ شہداء کا کفن دفن کیا۔ پھر اچانک رسول اللہ ﷺ کو خیال ہوا کہ ایسا نہ ہو کہ کفار کو اپنی غلطی کا احساس ہو اور وہ اس خیال سے واپس پلٹ کر آ جائیں کہ مسلمانوں کو دبانے یا ختم کرنے کا اب اچھا موقعہ ہے۔ چنانچہ آپ ﷺ نے فیصلہ کیا کہ کفار کا تعاقب کرنا چاہئے اور اُن پر ظاہر کر دینا چاہئے کہ ہماری ہمت ختم نہیں ہوئی۔ اگرچہ مسلمان سخت صدمے سے دوچار تھے اور اُن کے جسم زخموں سے چور تھے مگر رسول اللہ ﷺ کا ارادہ دیکھ کر وہ وہاں سے چل پڑے۔ رسول اللہ ﷺ کی معیت میں وہ آٹھ میل دور حمراء الاسد کے مقام تک پہنچ گئے۔ اگرچہ ابو سفیان کو بھی واپس مڑ کر مسلمانوں پر دوبارہ حملہ آور ہونے کا خیال آ گیا تھا اور اس نے مسلمانوں کو پیغام بھی بھیجا کہ میں بڑا لشکر لے کر آ رہا ہوں اور یہ پیغام مسلمانوں کو مل بھی گیا مگر مجاہدین کے پائے ثبات میں ذرا بھی لغزش پیدا نہ ہوئی اور وہ سرفروشانہ شان کے ساتھ مقابلہ کے لئے تیار ہو گئے۔ لیکن نہ ابو سفیان لشکر لے کر آیا اور نہ فوری مقابلہ کی نوبت آئی۔

چنانچہ رسول اللہ ﷺ کے باہمت ساتھی اللہ اور رسول کے حکم پر لبیک کہتے ہوئے قریش کے تعاقب میں چل کھڑے ہوئے اور اپنے زخموں کی ذرا بھی پرواہ نہ کی۔ ان مجاہدین کو خوشخبری دی جا رہی ہے کہ ایسے محسنین اور متقین کے لئے بہت بڑا اجر ہے' جنہیں خبردار کیا گیا تھا اور خوف دلایا گیا تھا کہ وہ لوگ قوت مجتمع کر کے حملہ آور ہو رہے ہیں' پس تم لوگ اُن سے ڈر جاؤ۔ مگر اس خطرناک پیغام سے مجاہدین کچھ بھی خوفزدہ نہ ہوئے بلکہ اُن کے ایمان میں اضافہ ہو گیا اور وہ کہنے لگے اللہ ہمارے لئے کافی ہے اور اس کا سہارا سب سے اچھا سہارا ہے۔

زخم کھانے کے بعد جب مسلمان میدانِ احد میں سنبھلے تو لشکر کفار کے تعاقب میں حمراء الاسد تک جا پہنچے۔ اس بات کی خبر جب ابو سفیان کو ہوئی تو اس نے مکے کی طرف واپس جانے میں ہی عافیت سمجھی اور ساتھیوں کو لے کر واپس لوٹ گیا۔

پس اللہ تعالیٰ کے انعام اور مہربانی سے وہ لوٹ آئے۔ اُن کو کوئی برائی نہ چھو سکی اور کوئی تکلیف نہ پہنچی۔ ایک آزمائش تھی جو ہو چکی۔ اور انہوں نے تو اللہ کی رضا کی پیروی کی۔ اور یقیناً اللہ تعالیٰ بڑے فضل کا مالک ہے۔

اے مسلمانو! یہ شیطان ہے جو تمہیں اپنے ساتھیوں سے ڈراتا ہے۔ وہ چاہتا ہے کہ اپنے ساتھیوں یعنی حزب الشیطان کا خوف تم پر طاری کر دے۔ اس کا ایک مطلب یہ بھی لیا گیا ہے کہ شیطان کی اس تخفیف کا اثر صرف شیطان کے ساتھیوں پر ہی ہوتا ہے۔ جو اللہ کے ولی ہیں اُن پر شیطان کی طرف سے اس قسم کی وسوسہ اندازی کا اثر نہیں ہوتا۔ پس اے مسلمانو! تم ان سے ہرگز نہ ڈرو' بلکہ صرف مجھ ہی سے ڈرو اگر تم مومن صادق ہو۔

کفار کی اسلام کے خلاف جو بھاگ دوڑ تھی کہ کبھی مکے کے کافر یہودیوں کے ساتھ گٹھ جوڑ کر رہے ہیں اور کبھی مدینے کے یہودی مکہ والوں کو مدینہ پر حملہ کرنے کی دعوت دے رہے ہیں تو اے نبیؐ! آپؐ اس بات سے رنجیدہ خاطر نہ ہوں۔ کچھ نہیں ہوگا۔ یہ سارا کچھ ایسا ہی ہے جیسا کہ پانی کے اوپر جھاگ۔ یہ لوگ اپنی پھرتیوں سے اللہ کا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکیں گے۔ یہ تو اللہ کے اس فیصلے کا ظہور ہے کہ وہ گمراہی میں اتنا آگے نکل جائیں کہ پھر آخرت میں اُن کا کوئی حصہ نہ رہے۔ ان لوگوں کے لئے بہت بڑا عذاب ہے۔

فرمانِ نبویؐ

چودھری رحمت اللہ بٹر

دانش منداور عاجز

عَنْ اَبِي يَعْلٰى شَدَّادِ بْنِ اَوْسٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ عَنِ النَّبِيِّ ﷺ قَالَ: ((اَلْكَيِّسُ مَنْ دَانَ نَفْسَهٗ وَعَمِلَ لِمَا بَعْدَ الْمَوْتِ، وَالْعَاجِزُ مَنِ اتَّبَعَ نَفْسَهٗ هَوَاهَا وَتَمَنّٰى عَلَى اللّٰهِ الْاَمَانِيَّ)) (رواہ الترمذی)

ابو یعلی شداد بن اوس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: ’’عاقل اور دانا وہ ہے جو اپنے نفس کا محاسبہ کرتا رہے اور آخرت کے لئے عمل کرے' اور عاجز وہ ہے جو خواہشاتِ نفس کا غلام بن جائے اور اللہ سے بڑی بڑی امیدیں لگائے بیٹھا رہے‘‘۔

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تا خلافت کی بنا' دنیا میں ہو پھر استوار
لا کہیں سے ڈھونڈ کر اسلاف کا قلب وجگر

قیام خلافت کا نقیب

ندائے خلافت

شمارہ		جلد
7	24فروری تا 2مارچ 2005ء 14 تا 20 محرم الحرام 1426ھ	14

بانی: اقتدار احمد مرحوم
مدیر مسئول: حافظ عاکف سعید

مجلس ادارت

سید قاسم محمود۔ ایوب بیگ مرزا
فرقان دانش خان۔ سردار اعوان۔ محمد یونس جنجوعہ
ادارتی معاون: فرید اللہ مروت
نگران طباعت: شیخ رحیم الدین

پبلشر: محمد سعید اسعد' طابع: رشید احمد چوہدری
مطبع: مکتبہ جدید پریس' ریلوے روڈ' لاہور

مرکزی دفتر تنظیم اسلامی:
67۔ گڑھی شاہو' علامہ اقبال روڈ لاہور
فون: 6316638-6366638 فیکس: 6271241
E-Mail:markaz@tanzeem.org
مقام اشاعت: 36-کے' ماڈل ٹاؤن' لاہور
فون: 5869501-03
قیمت فی شمارہ: 5 روپے

سالانہ زرِ تعاون
اندرونِ ملک...... 250 روپے
بیرون پاکستان
یورپ' ایشیا' افریقہ وغیرہ (1500 روپے)
امریکہ' کینیڈا' آسٹریلیا وغیرہ (2200 روپے)
چیک' منی آرڈر یا پے آرڈر
''مکتبہ خدام القرآن'' کے عنوان سے ارسال کریں
☆.☆.☆
''ادارہ'' کا تمام مضمون نگار حضرات کی رائے سے متفق ہونا ضروری نہیں

اداریہ

سب سے آخر: پاکستان یا اسرائیل

جب سے امریکا کی نئی وزیر خارجہ کونڈو لیزا رائس نے وزارت کا چارج سنبھالا ہے' بین الاقوامی سیاسی حالات کا بہاؤ ایران و شام کی طرف سے ہوتا ہوا پاکستان کی جانب آتا ہوا صاف نظر آرہا ہے' آنکھوں والوں ہی کو نہیں' اندھوں کو بھی۔ یہ بات اب واضح ہو گئی ہے کہ بش اپنے دوسرے دورِ صدارت میں پوری دنیائے اسلام کو اپنے زیر تسلط لے آنے کا حتمی فیصلہ کر چکا ہے۔ یورپ کو اپنا ہم نوا بنانے کے لئے بش ''یورپی یونین'' کے مستقر برسلز پہنچ چکا ہے اور وہاں سے شام کو لبنان سے فوراً اپنی فوج واپس بلانے' اور ایران کو فوراً یورانیم کی افزودگی بند کرنے کا الٹی میٹم دے چکا ہے۔ عراق پر حملہ کرتے وقت اُس نے یورپی ملکوں کی مخالفت کو درخورِ اعتنا نہیں سمجھا تھا اور تنہا پرواز کا فیصلہ کیا تھا۔ اب اُس نے یورپ کو ساتھ ملا لیا ہے' سوائے روس کے' جس کے وزیر خارجہ کا یہ بیان انتہائی معنی خیز ہے: ''اسلام روسی تاریخ اور ثقافت کا جزو لاینفک ہے' اور اس وقت بھی روس میں آباد مسلمانوں کی تعداد 20 ملین (دو کروڑ) سے زیادہ ہے۔ روسی مسلمان صدیوں سے اپنے عیسائی ہم وطنوں کے ساتھ رہتے چلے آئے ہیں۔ روس جتنا عیسائی دنیا کا حصہ ہے' اُسی قدر یہ دنیائے اسلام کا بھی حصہ ہے۔ دنیائے اسلام کی فعال شرکت کے بغیر دنیا کو درپیش کسی مسئلے کا حل نکالنا ممکن نہیں''۔ روس کے صدر پوٹین نے امریکا کی ناراضگی مول لیتے ہوئے یہ حوصلہ مندانہ بیان بھی دیا ہے کہ روس شام کو میزائل دفاعی نظام فراہم کرے گا۔ شام کے وزیراعظم محمد ناجی العطاری نے کہا ہے کہ امریکی جارحیت کے خلاف شام اور ایران نے متحدہ محاذ بنالیا ہے۔ ایران نے ایک بار پھر واضح کر دیا ہے کہ وہ ایٹمی اسلحہ نہ بنانے کی ضمانت تو دے سکتا ہے' لیکن یورانیم کی افزودگی برائے توانائی اُس کا حق ہے' جس سے وہ یورپی یونین کے مطالبے کے باوجود دست بردار نہ ہوگا۔ ملائیشیا کے وزیراعظم اور اسلامی سربراہ کانفرنس تنظیم کے چیئرمین ڈاکٹر داتو سری حاجی عبداللہ احمد بداوی نے دوٹوک انداز میں اعلان کیا ہے کہ ''عالم اسلام ایران پر امریکی حملے کی مخالفت کرے گا اور عراق والی صورت حال دہرانے کی اجازت نہیں دی جائے گی''۔

ایران سے نکل کر اب پاکستان کا نقشہ دیکھئے۔ بھارت کے وزیر خارجہ اسلام آباد آئے اور سری نگر اور مظفر آباد کے درمیان اور امرتسر اور ننکانہ صاحب کے درمیان بس سروس شروع کرنے اور ممبئی اور کراچی میں دونوں ممالک کے قونصل خانے کھولنے کا فیصلہ کر کے واپس نئی دہلی چلے گئے۔ اخبار نویسوں نے وزیر خارجہ خورشید محمود قصوری سے پوچھا کہ ''کور ایشو کشمیر'' کا کیا بنا؟ انہوں نے جواب دیا کہ کشمیر پر پاکستان اور بھارت کا موقف ''طے شدہ'' ہے۔ اگر اس پر کھلے مذاکرات کئے جائیں تو معاملہ سلجھنے کی بجائے مزید الجھ جائے گا' لہٰذا اس کے لئے اب پاکستان اور بھارت نے ''خفیہ چینل'' قائم کر لیا ہے۔ ''خفیہ چینل'' کا سلسلہ دراز چونکہ واشنگٹن تک پھیلا ہوا ہے' لہٰذا اسی سلسلے کے تحت وزیراعظم شوکت عزیز تہران پہنچ گئے ہیں' جہاں ظاہر ہے کہ گیس پائپ لائن کے ساتھ ساتھ ایٹمی مسئلے پر بھی خفیہ گفتگو ہوگی' کیونکہ ایران کے ساتھ پاکستان بھی ملوث ہے۔

امریکہ ڈاکٹر عبدالقدیر خان کو اس کے حوالے کرنے کے لئے پاکستان پر دباؤ ڈال رہا ہے۔ امریکی تھنک ٹینک اور خاتون وزیر خارجہ بار بار اعلان کر رہے ہیں کہ پاکستان کے ایٹم بم پر ہماری گہری نظر ہے۔ امریکی سینٹ کے ارکان کے وفد' جن میں سابق صدر کلنٹن کی بیوی ہیلری بھی شامل ہے' پاکستان پر اپنی گرفت مزید مضبوط کرنے کے لئے صبح شام اسلام آباد کے دورے پر آجا رہے ہیں۔ امریکی وزارتِ دفاع کی جانب سے تازہ سرکاری اعلان جاری کیا گیا ہے کہ شمالی کوریا کو ایٹمی ٹیکنالوجی ڈاکٹر عبدالقدیر نے فراہم کی۔ امریکی خفیہ اداروں کی عالمی جائزہ رپورٹ میں دعویٰ کیا گیا ہے کہ 2015ء تک پاکستان مکمل طور پر طالبانائزیشن کا شکار ہو جائے گا' جس کے بعد انتہا پسندوں کی جانب سے ایٹمی ہتھیاروں پر قبضہ کے لئے خانہ جنگی اور انارکی پھیل جائے گی۔ امریکی وزیر خارجہ سینٹ کے سامنے بیان دے چکی ہیں کہ امریکا نے پاکستان کے ایٹمی پروگرام کو انتہا پسندوں کے قبضے سے بچانے کے لئے ایک منصوبہ تیار کر رکھا ہے' جس کا انکشاف نہیں کیا جا سکتا''۔

مگر اس کا انکشاف برطانیہ کے وزیر خارجہ جان سٹرا نے بہ الفاظ دیگر' عین پاکستان کے قلب لاہور میں بیٹھ کر پریس کانفرنس میں کر دیا۔ انہوں نے کہا: ''مشرقِ وسطیٰ کو نیوکلیئر زون بنانے کے ایجنڈے پر کام جاری ہے۔ تاہم اسرائیل آخری ملک ہوگا جسے غیر مسلح کیا جائے گا''۔

اس وقت پورے خطے میں تین ملک ہیں جن کے پاس ایٹمی اسلحہ موجود ہے۔ بھارت' اسرائیل اور پاکستان۔ بھارت اور اسرائیل کا گٹھ جوڑ خفیہ نہیں۔ ایک اور ملک شمالی کوریا بھی ہے جو ایٹم بردار ہے لیکن بقول مہاتیر محمد اُس پر اس لئے حملہ نہیں کیا جائے گا کہ وہ مسلم ملک نہیں ہے۔ واحد مسلم ملک پاکستان ہے' جس کے پاس ایٹم بم اور دیگر ایٹمی اسلحہ موجود ہے۔ جو ملک امریکا' اسرائیل اور بھارت کو کانٹے کی طرح کھٹک رہا ہے' وہ ایران و شام سے زیادہ پاکستان ہے۔ (باقی صفحہ نمبر 9 پر)

گوشۂ اقبال

نصیحت

میں نے اقبال سے ازراہِ نصیحت یہ کہا
عاملِ روزہ ہے تو' اور نہ پابندِ نماز

تو بھی ہے شیوۂ اربابِ ریا میں کامل
دل میں لندن کی ہوس' لب پہ ترے ذکرِ حجاز

جھوٹ بھی مصلحت آمیز ترا ہوتا ہے
تیرا اندازِ تملق بھی سراپا اعجاز

ختم تقریر تری' مدحت سرکار پہ ہے
فکر روشن ہے ترا موجدِ آئینِ نیاز

درِ حکام بھی ہے تجھ کو مقامِ محمود
پالسی بھی تری پیچیدہ تر از زُلف ایاز

اور لوگوں کی طرح تو بھی چھپا سکتا ہے
پردۂ خدمتِ دیں میں ہوسِ جاہ کا راز

نظر آجاتا ہے مسجد میں بھی تو عید کے دن
اثرِ وعظ سے ہوتی ہے طبیعت بھی گداز

دست پرورد ترے ملک کے اخبار بھی ہیں
چھیڑنا فرض ہے جن پر تری تشہیر کا ساز

اس پہ طرہ ہے کہ تو شعر بھی کہہ سکتا ہے
تیری مینائے سخن میں ہے شرابِ شیراز

جتنے اوصاف ہیں لیڈر کے' وہ ہیں تجھ میں سبھی
تجھکو لازم ہے کہ ہو اُٹھ کے شریکِ تگ و تاز

غمِ صیاد نہیں' اور پر و بال بھی ہیں
پھر سبب کیا ہے' نہیں تجھ کو دماغِ پرواز

''عاقبت منزلِ ما' وادیٔ خاموشاں است
حالیا غلغلہ در گنبدِ افلاک انداز''

علامہ اقبال کی یہ نظم' جو اُن کے پہلے مجموعے ''بانگِ درا'' کے حصہ سوم میں شامل ہے' دراصل عملاً ہمارے سیاسی اور مذہبی رہنماؤں پر طنز کی حیثیت رکھتی ہے۔ ہمارے دورِ جدید کے سیاسی اور مذہبی رہنماؤں کی طرح' علامہ صاحب نے اپنے عہد میں بھی اِن ''بڑے'' لوگوں کا کردار منافقت اور مصلحت کیشی پر مبنی پایا۔ لیکن انہوں نے براہ راست اِن کو نشانہ طنز بنانے کی بجائے اپنی ذات ہی کو ہدف بنایا ہے۔ دوسروں کے ضمیر کو جنجھوڑنے کا یہ بہترین اور مؤثر ترین طریقہ ہے کہ خود کو آئینہ بنا کر اُس میں اُن کی صورت دکھائی جائے۔ نظم کا آخری شعر حافظ شیرازی کا ہے۔ یہ نظم اسی شعر کی تضمین ہے۔

مشکل الفاظ: اربابِ ریا (ریاکار' مکار لوگ)۔ تملق (خوشامد' چاپلوسی) آئینِ نیاز (نیاز مندی اور غلامی کا طریقہ)۔ مدحتِ سرکار (حکومت کی خوشامد)۔ درِ حکام (سرکاری افسروں کا دفتر)۔ مقامِ محمود (پسندیدہ مقام)۔ طرہ (ان سب باتوں سے بڑھ کر)۔ تشہیر کا ساز (شہرت۔ پبلسٹی)۔

تشریح: ایک روز سیاسی لیڈروں اور مذہبی رہنماؤں کو نصیحت دینے کے لئے' براہِ راست اُن کو مخاطب کرنے کی بجائے اُن کے عیوب اپنے اوپر عائد کرتے ہوئے اقبال نے کہا' تو روزہ رکھتا ہے' نہ نماز پڑھتا ہے۔ تو بھی دوسرے لوگوں کی طرح منافقت' ریاکاری' جھوٹ' خوشامد' کاسہ لیسی میں کامل اور پختہ کار ہے۔ تیری زبان پر ہمہ وقت مکہ مدینہ کا ذکر ہوتا ہے' لیکن تیرے دل میں لندن' برطانیہ' مغرب کی جولانیوں میں شامل ہونے کی خواہش رہتی ہے۔ تیرے جھوٹ میں بھی مصلحت کی آمیزش ہوتی ہے۔ ذاتی فائدے کے لئے تو جھوٹ بولنے سے بھی نہیں چوکتا' اور تیری خوشامد اور چاپلوسی کا انداز بھی ایسا ہے جیسے مخاطب کو معجزے دکھانے والا ہے۔ تیری تقریر کا اختتام بھی حکومت کے افسروں کی خوشامد اور تعریف و توصیف پر ہوتا ہے۔ تیری روشن خیالی عاجزی و انکساری کے نئے نئے طریقے ایجاد کرتی رہتی ہے۔

سرکاری حکام کا دروازہ تیرے لئے گویا مقامِ محمود ہے' اور تیرے سیاسی داؤ پیچ ایاز کی زلف کی مانند بڑے پیچیدہ اور پُر اسرار ہوتے ہیں۔ دنیا کی ہوس کو تو دین کے پردے میں چھپا لینے کا فن جانتا ہے۔ کم از کم عید کے دن تو مسجد میں بھی اس طرح نظر آتا ہے جیسے واعظ کی تقریر سے تیرے دل پر گہرا اثر ہوا ہے۔ اس راہ پر تو اکیلا نہیں۔ ملک کے اخبارات بھی تیری پبلسٹی کرنا اپنا فرض خیال کرتے ہیں' اور تیری قصیدہ خوانی کے بہانے ڈھونڈتے رہتے ہیں۔ ان سب باتوں سے بڑھ کر یہ کہ تو شاعر ہونے کا بھی دعویٰ کرتا ہے اور سمجھتا ہے کہ تو حافظ شیرازی جیسے عظیم شاعر کا ہمسر ہے۔ آج ایک رہنما میں جو اوصاف ہونے چاہئیں' وہ سب تجھ میں بھی موجود ہیں۔ لہٰذا لازم ہے کہ تو بھی قومی سیاست کے دھارے میں شامل ہو کر ہنگامہ آرائی کر۔ بقول حافظ شیرازی: ''آخرکار ہماری منزل تو قبرستان ہی ہے' پھر فی الحال اس آسمان کے نیچے کوئی نہ کوئی ہنگامہ تو کرنا چاہیے''۔

<u>نامے میرے نام</u>

نعرۂ حق یا شدت پسندی

ندائے خلافت کے سابقہ شمارہ نمبر 5 میں انتخاب بعنوان ''زیرِ خنجر بھی یہ پیغام سنایا ہم نے'' کا مطالعہ کرنے سے یہ تاثر پیدا ہوا کہ ابو ذر غفاریؓ تو ''نعرۂ حق'' بلند کرتے رہے لیکن صحابہ کرام اور خاص طور پر چوٹی کے صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کو یہ نعرہ حق پسند نہیں آیا۔ پہلے انہیں شام سے امیر معاویہؓ نے ملک بدر کیا اور مدینہ منورہ روانہ کر دیا۔ مدینہ منورہ میں حضرت عثمانؓ نے انہیں روکنے کی بہت کوشش کی اور جیسا کہ تاریخ ہمیں بتاتی ہے کہ ان کے باز نہ آنے پر انہیں شہر بدر کر دیا گیا۔ اگر اُن کا یہ نعرہ ''نعرہ حق'' تھا تو پھر ان لوگوں نے اس نعرہ حق کو نہ صرف قبول نہیں کیا بلکہ انہیں روکنے کی خاطر دو دفعہ شہر بدر بھی کیا۔ اس طرح معاذ اللہ' اللہ کی جناب میں بھی مجرم ٹھہرے۔ یہ ہے وہ تاثر جو ایک عام قاری کو اس کے پڑھنے سے حاصل ہوگا۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ ان کا یہ نعرہ ''نعرہ حق'' نہ تھا بلکہ شوق احساس کا مظہر تھا۔ ان کا موقف یہ تھا کہ مطلق سونا چاندی یا دولت جمع کرنا اور اپنے پاس رکھنا حرام ہے۔ جبکہ حضرت امیر معاویہؓ حضرت عثمانؓ اور دوسرے صحابہ کرامؓ کا موقف تھا کہ یہاں اس آیت میں اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے سے مراد اس کی زکوٰۃ ادا نہ کرنا ہے۔ زکوٰۃ ادا کرنے کے بعد وہ مال پاک ہے اور اگر کوئی اور ضرورت متقاضی نہ ہو تو یہ مال آپ اپنے پاس رکھ سکتے ہیں۔ ان کا شدت احساس ان کے انتقال کے وقت بھی ظاہر ہوا جب انہوں نے اپنی اہلیہ سے کہا کہ نبی اکرم ﷺ نے فرمایا تھا کہ تم اپنے اردگرد دولت کی شکل میں سانپ بچھو جمع کر لو گے۔ ان کی اہلیہ نے کہا کہ آپ کے پاس تو کچھ بھی نہیں ہے تو انہوں نے فرمایا کہ دیکھو وہ چمٹا پڑا ہوا ہے وہ تو اپڑا ہوا ہے۔ ہمیں کسی جریدہ سے اقتباس پسند کرتے وقت اس کے ظاہری الفاظ سے متاثر نہیں ہونا چاہئے بلکہ یہ غور و خوض کرنا چاہئے کہ اس کی زد کہاں کہاں پڑ رہی ہے اور یہ کہ کہیں ہم نادانستگی میں دوسرے لوگوں کے موقف کی تائید تو نہیں کر رہے۔

(محمود عالم' لاہور)

اچھے اور برے حکمران کی پہچان

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''تمہارے بہترین حکمران وہ ہیں جن سے تم محبت کرو اور وہ تم سے محبت کریں۔ تم ان کے لئے دعا کرو''۔ (رواہ مسلم)

منبر و محراب

قرآن کا فلسفۂ شہادت

مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں بانی تنظیم اسلامی ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے 14 جنوری 2005ء کے خطاب جمعہ کی تلخیص

حضرات آج میری گفتگو دو حصوں پر مشتمل ہے۔ ایک ہے 'قرآن کا فلسفہ شہادت' اور دوسرا ہے حضرت عمرؓ حضرت عثمان اور حضرت علی رضی اللہ عنہم کی شہادت کا تاریخی پس منظر۔ بظاہر یہ دونوں موضوعات ایک دوسرے سے بالکل جدا ہیں بلکہ ایک دوسرے سے مختلف ہی نہیں کچھ متضاد بھی ہیں' لیکن ان کے مابین ایک بڑا لطیف اور گہرا تعلق بھی ہے۔ سب سے پہلے یہ سمجھئے کہ قرآن مجید میں جو فلسفہ شہادت بیان ہوا ہے وہ کیا ہے؟ دیکھئے لفظ شہادت کا مادہ ہے۔ ش' ہ' دٗ شَهِدَ' يَشْهَدُ جس کے معنی ہیں موجود ہونا' شاہد کا متضاد غائب ہے۔ شاہد وہ ہے جو موجود ہے اور غائب وہ ہے جو موجود نہیں ہے۔ اس معانی کے باعث لفظ شَهِدَ کے اندر دو اضافی مفہوم شامل ہو گئے ہیں۔ ایک تو یہ کہ کوئی حادثہ ہوا ہے' کوئی وقوعہ یا قتل ہوا ہے' تو جو لوگ وہاں موجود ہوتے ہیں وہی اصل میں شاہد یعنی گواہ ہوتے ہیں۔ بنیاد وہی ہے موجودگی جس کی بنا پر وہ گواہی دیتے ہیں' شہادت کا ایک اضافی مفہوم گواہی ہو گیا۔

شہادت کا ایک اضافی مفہوم یہ ہے کہ آپ کا کوئی انتہائی قریبی دوست ہو' آپ کا دلی ہمدرد ہو' لیکن کسی وقت آپ پر کوئی حملہ ہو تو وہ وہاں موجود نہ ہو۔ اب وہ آپ کی مدد نہیں کر سکتا۔ گویا کہ مدد کے لئے موجودگی بھی ضروری ہے۔ اس اعتبار سے لفظ شہادت امداد کے لئے بھی عربی زبان میں اور قرآن میں مستعمل ہے۔ یہ دوسرے معنی زیادہ لوگوں کے علم میں نہیں۔ لیکن اس کے لئے قرآن مجید کی دو آیتیں ملاحظہ کیجئے' جن میں یہ لفظ مددگار کے معنی میں استعمال ہوا ہے:

﴿هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ شَهِيْدًا﴾

"وہی ہے اللہ جس نے بھیجا اپنے رسول کو الہدیٰ اور دین حق دے کر تا کہ وہ غالب کر دیں دین کو تمام نظاموں پر اور اللہ کافی ہے بطور مددگار"۔

اور انہی معنوں میں یہ لفظ سورۂ بقرہ میں بھی آیا ہے:

﴿وَاِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَادْعُوْا شُهَدَاۗءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ﴾ (بقرۃ:23)

"اگر تمہیں واقعتاً کوئی شک ہے' اس چیز کے بارے میں جو ہم نے اپنے بندے پر نازل کی ہے (یہ قرآن حکیم)۔ تو تم اس قرآن کی سورتوں جیسی کوئی ایک سورت ہی بنا کر لے آؤ۔ اور بلا لو اللہ کے سوا اپنے تمام مددگاروں کو اگر تم سچے ہو"۔

یہ دو مقامات ایسے ہیں جن میں شہید کے معنی مددگار کے آئے ہیں۔ لیکن قرآن کا جو فلسفہ شہادت ہے۔ اُس میں درحقیقت شہید کے معانی یا شاہد کے معنی گواہ کے ہیں۔ چنانچہ ہر رسول اللہ کا گواہ بن کے آیا۔ جیسا کہ سورۂ احزاب میں حضور ﷺ کے بارے میں آیا ہے:

﴿يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا﴾:(احزاب:45)

"اے نبیؐ! ہم نے آپ کو بھیجا ہے گواہ بنا کر' بشارت دینے والا اور ڈرانے والا بنا کر بھیجا ہے"۔

یعنی آپ اللہ کی توحید کی گواہی دیتے ہیں' آپ اللہ کے دین کی گواہی دیتے ہیں۔ اور یہ گواہی آپ اپنے قول سے بھی دیتے ہیں اور اپنے عمل سے بھی دیتے ہیں۔ چونکہ نبی اکرم ﷺ آخری نبی ہیں' آپؐ پر نبوت ختم ہو گئی' لیکن یہ شہادت کی ذمہ داری اب آپ ﷺ کی امت کو منتقل ہو گئی ہے۔

اس کی وجہ یہ ہے کہ اللہ نے نبوت و رسالت کا دروازہ تو بند کر دیا لیکن ابھی تو نوع انسانی ختم نہیں ہوئی ہے۔ لہٰذا اللہ نے یہ انتظام فرمایا کہ قولی و عملی شہادت کا یہ عمل آپ کی امت کے ذریعے سے جاری رہے گا۔ یعنی امت کے ذمے اب کام وہی ہے جو رسول کے ذمے تھا' چنانچہ امتیوں نے حضور ﷺ کی زندگی کے دوران بھی وہ کام کیا۔ آپ کو معلوم ہے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ ایمان لانے کے بعد یہ نہیں ہوا کہ اپنے گھر میں بیٹھ گئے' بلکہ وہ کارِ رسالت کے اندر حضور ﷺ کے مددگار اور معاون ہو گئے۔ اور عشرہ مبشرہ کے جو چوٹی کے دس صحابہؓ ہیں ان میں سے چھ وہ ہیں جو حضرت ابوبکرؓ کی تبلیغ سے ایمان لائے۔ اس اعتبار سے جو بھی آپؐ کے امتی تھے انہوں نے آپ ﷺ کے ساتھ آپ ﷺ کے زمانے میں بھی کارِ رسالت میں آپ ﷺ کے ساتھ تعاون کیا۔ اور آپ ﷺ کے انتقال کے بعد یہ گویا کہ فرضِ منصبی کلیتاً اُمت کے حوالے ہو گیا۔ چنانچہ قرآن حکیم میں امت کے لئے بھی اس کام کے حوالے سے اصطلاح وہی شہادت کی آئی:

﴿وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطًا لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَاۗءَ عَلَي النَّاسِ وَيَكُـوْنَ الرَّسُوْلُ عَلَيْكُمْ شَهِيْدًا﴾:(البقرہ:143)

"اور اسی طرح ہم نے تمہیں امت وسط بنایا تا کہ تم لوگوں پر گواہ بنو اور پیغمبر آخر الزماں تم پر گواہ بنیں"۔

یہ لفظ امت دو معنی میں آتا ہے۔ ایک ہے امت اجابت' وہ لوگ جو حضور ﷺ کی رسالت پر ایمان لے آئے' اور ایک امت دعوت ہے جو کہ پوری نوع انسانی ہے۔ گویا ایک طرف حضور ﷺ کی ذات مبارک ہے اور ایک طرف امت دعوت ہے جس میں قیامت تک آنے والے دنیا کے تمام انسان شامل ہیں۔ دونوں کے درمیان لنک امت مسلمہ (اُمت محمد ﷺ) ہے۔ یعنی اے امت مسلمہ تم درمیانی کڑی ہو' اب اللہ کے رسول اور تمام انسانوں کے درمیان تا کہ رسول ﷺ گواہی دیں تمہارے خلاف (یہ بات میں واضح کروں گا کہ خلاف کا لفظ کیوں استعمال کیا ہے) اور تم گواہی دے سکو پوری نوع انسانی کے خلاف۔ یہ اصل میں شہادت کا تیسرا پہلو ہے جو قیامت کے دن ظاہر ہوگا۔ جب کوئی نبی اپنی دعوت اور تبلیغ کے ذریعے اپنی قوم یا اُمت پر اتمامِ حجت کر دے۔ اور امت جب قیامت کے دن پیش ہوگی' تو رسول اس کے خلاف گواہ کی حیثیت سے کھڑا ہوگا کہ اے اللہ میں نے تیرا پیغام ان تک پہنچا دیا تھا اگر انہوں نے نہیں مانا یا عمل نہیں کیا تو اب یہ ذمہ دار ہیں۔ وہاں امت یہ نہیں کہہ سکے گی کہ ہمیں معلوم نہیں تھا یہ ہے

قرآن کا فلسفہ شہادت۔

بہر حال یہ جان لیجئے کہ شہادت یا گواہی حق میں بھی ہوتی ہے اور خلاف بھی۔ ان کو معلوم تھا' سب کچھ بتا دیا گیا' واضح کر دیا گیا' تھا یہ گواہی جیسا کہ ہمارے مقدموں میں بھی ہوتی ہے۔ کوئی گواہ کسی کے حق میں گواہی دے رہا ہے تو وہ کسی کے خلاف بھی جا رہی ہوتی ہے۔ اگر مدعی کے حق میں گواہی رہے تو وہ مدعا علیہ کے خلاف گواہی ہے اور دوسری طرف سے اگر مدعا علیہ کا گواہ ہے جو اس کے حق میں گواہی دے رہا ہے تو وہ مدعی کے خلاف جا رہی ہے۔ گواہی یقیناً دو طرفہ ایک شے ہے۔ کسی کے حق میں' کسی کے خلاف ہے۔ عربی میں قاعدہ ہے کہ گواہی جب حق میں ہوگی تو لفظ شہادت کے ساتھ لام کا صلہ آئے گا۔ اسی لئے کہا گیا:

﴿یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا كُوْنُوْا قَوّٰمِیْنَ بِالْقِسْطِ شُهَدَآءَ لِلّٰهِ﴾ (نساء: 135)

''اللہ کے حق میں گواہی دینے والے بن کر کھڑے ہو جاؤ انصاف کے ساتھ''۔

اسی طرح اگر گواہی کسی کے خلاف ہو تو عربی زبان میں لفظ شہادت کے ساتھ ''علیٰ'' استعمال ہوگا جیسے کہا گیا ہے' یہ قرآن مجید جو ہے: **حجة لك او عليك**: یہ قرآن دلیل بنے گا' حجت بنے گا' یا تمہارے حق میں یا تمہارے خلاف۔ اگر تم اسے پڑھتے رہے' سمجھتے رہے' اس پر غور و فکر کرتے رہے۔ اس پر عمل کرتے رہے' اس کی تبلیغ کرتے رہے۔ تو یہ قرآن تمہارے حق میں گواہی دے گا' اے اللہ تیرے فلاں بندے نے میرا حق ادا کیا' مجھے پڑھا' مجھے سمجھا' میری تلاوت کی' مجھ پر غور کیا۔ پھر مجھ پر عمل کیا اور پھر مجھے دوسروں تک پہنچایا تو یہ قرآن حجت ہو گیا اس کے حق میں بصورت دیگر قرآن اس شخص کے خلاف کھڑا ہو جائے گا جو اس کا حق ادا نہ کرے گا کہ اے اللہ یہ کہنے کو تو مجھے جانتا تھا لیکن اس نے مجھے پڑھا نہیں' سمجھا نہیں' غور نہیں کیا' مجھ پر عمل نہیں کیا۔ اور مجھے دوسروں تک پہنچایا نہیں۔ تو یہ گواہی خلاف ہو گئی۔ اسی طرح جب گواہی دے گا رسول تو وہ اللہ کے حق میں ہوگی اور لوگوں کے خلاف پڑے گی۔ یہ ہے لفظ شہادت کا وہ مفہوم جو قرآن میں بیان ہوا ہے۔

اب آیئے اس طرف کہ ہم مقتول فی سبیل اللہ کے لئے لفظ شہادت یا شہید کیوں استعمال کرتے ہیں۔ حالانکہ قرآن مجید میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جانے والے کے لئے کہیں بھی لفظ شہید نہیں آیا۔ صرف ایک مقام پر امکان ہے کہ مقتول فی سبیل اللہ کے لئے اس کا ترجمہ شہید کر دیا جائے۔ جب غزوۂ احد میں ستر صحابہؓ شہید ہوئے تو فرمایا گیا یہ سورۂ آل عمران کی آیت ہے:

﴿وَيَتَّخِذَ مِنكُمْ شُهَدَآءَ﴾ (آل عمران: 140)

''اللہ چاہتا تھا کہ تم میں سے کچھ لوگوں کو شہید بنا دے''۔

تاہم یہاں بھی مفہوم یہی ہے کہ اللہ چاہتا تھا کہ انہیں اپنا گواہ بنا لے''۔ کیونکہ قرآن میں اللہ کی راہ میں جان دینے والوں کے لئے مقتول ہی کا لفظ آیا ہے۔ جیسا کہ سورۂ بقرہ میں فرمایا گیا:

﴿وَلَا تَقُولُوا لِمَنْ يُقْتَلُ فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتٌ بَلْ أَحْيَاءٌ وَلَٰكِن لَّا تَشْعُرُونَ﴾

''مت سمجھنا کہ جو اللہ کی راہ میں قتل ہو گئے' وہ مر گئے ہیں بلکہ وہ زندہ ہیں لیکن تمہیں اس کا شعور نہیں ہے''۔

اللہ کی راہ میں قتل ہونے والوں کے لئے شہید ہو جانے کا لفظ یہاں نہیں آیا۔ بالکل یہی مضمون سورۂ آل عمران میں آیا: ﴿وَلَا تَحْسَبَنَّ الَّذِينَ قُتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ أَمْوَاتًا﴾ ''اور ہرگز مت سمجھنا (یہ بہت تاکیدی انداز ہے) ان کو جو اللہ کی راہ میں قتل ہو جائیں کہ وہ مردہ ہیں''۔ ﴿بَلْ أَحْيَاءٌ عِندَ رَبِّهِمْ يُرْزَقُونَ﴾ ''وہ تو زندہ ہیں اپنے رب کے پاس رزق پا رہے ہیں''۔ اسی طرح حدیث میں بھی اللہ کی راہ میں جان دینے کے لئے شہادت کا لفظ نہیں آیا مثلاً وہ حدیث کہ حضور ﷺ نے جب اظہار کیا ہے کہ میری بڑی تمنا ہے اللہ کی راہ میں شہید ہو جاؤں تو بھی لفظ شہید نہیں آیا:

((لوجدت عن اقتل فی سبیل الله ثم احیاء ثم اقتل ثم احیاء ثم اقتل))

''میری بڑی خواہش ہے میں اللہ کی راہ میں قتل ہو جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل ہو جاؤں' پھر زندہ کیا جاؤں' پھر قتل کیا جاؤں''۔

ہم دراصل مقتول فی سبیل اللہ کے لئے شہادت کے لفظ کو اس لئے استعمال کرتے ہیں کہ حدیث میں ایک لفظ بڑی کثرت سے استعمال ہوا ہے حدیث میں ایک لفظ آتا ہے: **استشهدا**: یعنی ''اس کی شہادت (گواہی) قبول کر لی گئی''۔ گویا کہ جو کار رسالت کی ادائیگی کرتے ہوئے اور رسول کے امتی ہونے کی حیثیت سے کار رسالت میں اپنی ذمہ داری پوری کرتے ہوئے جان دے دے۔ وہ گویا کہ اصل میں گواہ بن گیا اللہ کا۔ اس معنی میں لفظ شہید جو ہے وہ مقتول فی سبیل اللہ کے لئے استعمال ہوا ہے۔ تو میں نے کہا تھا ایک تعلق ہے لطیف اور گہرا لیکن قرآن کا فلسفۂ شہادت کچھ اور ہے۔ اور یہ شہادت کا لفظ جو حدیث میں آیا ہے۔ بہت کثرت سے آیا ہے لیکن وہ بھی **(انتشهدا)**: کہ اس کی شہادت قبول کر لی گئی۔ گویا کہ جو گواہی دے رہا تھا اللہ کے دین کی' اللہ کی توحید کی' اللہ کے نبی کی رسالت کی' اللہ کے قرآن کی حقانیت کی۔ اس نے اس آخری حد تک گواہی دے دی کہ اپنی جان بھی اللہ کی راہ میں اس کام کے لئے قربان کر دی۔ یہ آخری اور اتمامی درجہ ہے گواہی کا جس معنی میں لفظ شہادت عمومی طور پر استعمال ہوتا ہے۔

اب آیئے آج کے موضوع کے دوسرے حصے کی طرف چونکہ یہ ذوالحجہ کا مہینہ ہے 18 ذوالحجہ کو حضرت عثمانؓ شہید ہوئے' 26 ذوالحجہ کو حضرت عمرؓ پر جو قاتلانہ حملہ ہوا اس میں آپؓ مجروح ہوئے اور تین چار دن کے بعد یکم محرم کو آپؓ کا انتقال ہوا۔ اس کے بعد دس محرم کو کربلا کا سانحہ پیش آیا ہے۔ چنانچہ ان ایام میں ان شہادتوں کے بارے میں مساجد میں تقاریر کی جاتی ہیں۔ میں اس وقت حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ یا حضرت علیؓ کے ذاتی فضائل کے بارے میں کوئی بات نہیں کروں گا بلکہ ہم ان کی شہادت (یعنی قتل کئے جانے) کے تاریخی پس منظر کو سمجھنے کی کوشش کریں گے۔ دیکھئے پہلی بات یہ سمجھ لیجئے کہ نبی اکرم ﷺ نے 23 سالہ جدوجہد کے نتیجے میں ایک انقلاب برپا کیا۔ اور جزیرہ نمائے عرب پر اسلامی نظام غالب و قائم ہو گیا جسے پوری دنیا مانتی ہے کہ دنیا میں سب سے عظیم انقلاب محمد ﷺ نے کیا۔ تاہم کسی بھی انقلابی جدوجہد کے آخری مرحلہ میں جب مخالف قوتیں یہ سمجھتی ہیں کہ اب ہماری پیش نہیں چل سکتی' اب تو یہ انقلاب کامیاب ہو کر رہے گا تو وہ دبک جاتے ہیں' یا جو نئی حکومت اس انقلاب کے نتیجے میں قائم ہو رہی ہے' اسے تسلیم کر لیتے ہیں۔ لیکن منتظر رہتے ہیں کہ موقع ملے اور پھر ہم کھڑے ہوں اور کوئی وار کر کے اس انقلاب کو ختم کریں۔ اس کو آپ (Counter revolutionary movements) کہہ سکتے ہیں۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ کے عہد مبارک میں بھی فتح مکہ کے بعد یہ صورت حال پورے عرب نے سمجھ لی کہ اب محمد ﷺ کا مقابلہ ممکن نہیں ہے۔ لہٰذا عافیت اسی میں ہے کہ اسلام قبول کر لو۔ اللہ کے دین میں داخل ہو جاؤ۔ چنانچہ فوج در فوج' جوق در جوق لوگ آئے اور انہوں نے ایمان کا دعویٰ کیا۔ کلمہ شہادت کے ذریعے سے وہ اسلام میں داخل ہو گئے۔ اب اس میں تین طرح کے لوگ تھے' وہ بھی تھے جو مومنین خالصین میں سے تھے۔ ان میں وہ بھی تھے جو منافق تھے۔ جنہوں نے ابھی گردن جھکا دی تھی اور موقع کے انتظار میں تھے۔ اور وہ بھی تھے جو نہ منافق تھے اور نہ مومن تھے۔ یعنی وہ نہ کسی سازش کے طور پر ایمان لائے ہیں اور نہ ہی ابھی حقیقی ایمان ان کے دل میں راسخ ہوا ہے۔ جس کا ذکر سورۃ الحجرات میں ہے کہ

﴿قَالَتِ الْأَعْرَابُ آمَنَّا قُل لَّمْ تُؤْمِنُوا وَلَٰكِن قُولُوا أَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْإِيمَانُ فِي قُلُوبِكُمْ وَإِن تُطِيعُوا اللَّهَ وَرَسُولَهُ لَا يَلِتْكُم مِّنْ أَعْمَالِكُمْ شَيْئًا إِنَّ اللَّهَ غَفُورٌ رَّحِيمٌ﴾ (آیت 14)

''یہ بدو کہہ رہے ہیں کہ ہم ایمان لے آئے۔ اے نبی ان سے کہہ دیجئے تم ایمان نہیں لائے ہو بلکہ یوں کہو کہ ہم اسلام لے آئے ہیں' ابھی

تک ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔لیکن اگر تم لوگ اللہ اور اس کے رسول کی اطاعت کرتے رہو گے تو اللہ تمہارے اعمال کو قبول کرے گا۔اور تمہارے اجر وثواب میں کوئی کمی نہیں کرے گا اللہ یقیناً بخشنے والا اور رحم کرنے والا ہے''۔

بہر حال فتح مکہ کے بعد جو لوگ منافق تھے انہوں نے صرف سر جھکایا تھا۔اسلام میں آ کر کلمہ شہادت کی ڈھال اختیار کر لی تھی کہ ہم پر حملہ نہ ہو۔اب اس کے خلاف حضور ﷺ کے آخری زمانے ہی میں اور پھر آپ ﷺ کے انتقال کے بعد Counter revolutionary movement جو سب سے پہلے ہوئی ہے وہ اندرونِ ملک ہوئی ہے۔وہ کیا تھی کہ بہت سے جھوٹے نبی کھڑے ہو گئے۔اور بے شمار لوگ اُن پر ایمان لے آئے گویا کہ مرتد ہو گئے۔اسی طرح کچھ قبائل نے زکوٰۃ دینے سے انکار کیا' وہ بھی مرتد قرار پائے۔یہ Counter revloutionary movement اتنی شدید تھی کہ اندیشہ تھا کہ اسلام ختم ہو جائے گا۔اور پورا کام جو حضور ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہؓ نے بڑی مشقت' محنت اور قربانیوں کے ساتھ 23 برس میں کیا تھا' اس پر پانی پھر جائے گا' لیکن حضرت ابوبکرؓ نے جس طرح آئرن ہینڈ کے ساتھ اسے کرش کیا ہے۔وہ آپؓ کی عظمت پر دلالت کرتا ہے۔بہر حال یہ پہلی Counter revolutionary movement تھی۔مشرکین عرب کی طرف سے۔ دوسری counter revolutionary movement ایران سے اٹھی' اس کی وجہ کیا ہے؟

"دیکھئے حضور ﷺ کے زمانے میں دو عظیم سلطنتیں تھیں' جنہیں آج کی اصطلاح میں سپریم پاورز کہہ سکتے ہیں۔ایک ایران دوسری رومن امپائر تھی۔ان میں سے ایک سپریم پاور ایران کا خاتمہ ہو گیا تھا۔حضرت عمرؓ کے دور مبارک میں۔البتہ دوسری سپریم پاور مکمل طور پر ختم نہیں ہوئی۔بلکہ یوں سمجھئے کہ اس کی دو ٹانگیں اگر مسلمانوں نے کاٹ بھی دیں تو اس کی ایک تیسری ٹانگ موجود تھی یعنی رومن کو مغربی ایشیا سے نکال دیا گیا شام سے نکال دیا گیا' ترکی سے نکال دیا گیا' شمالی افریقہ سے نکال دیا گیا۔لیکن یورپ میں اس کے مقبوضات باقی تھے۔لیکن سب سے زیادہ سیاسی اعتبار سے مضبوط قوم ایرانی تھے۔ایرانیوں میں قوم پرستی بھی بڑی شدید تھی۔رومن امپائر کوئی ایک قوم پر مشتمل نہیں تھی۔وہ تو ایک بڑی سیاسی قوت تھی۔باقی اس کے نیچے مختلف قومیتوں کے لوگ آباد تھے۔ایران کا معاملہ یہ ہوا کہ اس کے چیتھڑے ہو گئے۔وہ بالکل ختم ہو گئی' لہٰذا اس قوم میں مسلمانوں کے خلاف شدید عناد تھا۔خصوصاً حضرت عمرؓ کے خلاف کہ آپؓ ہی کے زمانے میں سلطنت ایران کے ٹکڑے ہوئے تھے۔اور سلطنت ایران کا خزانہ مسلمانوں کے ہاتھ میں آ گیا تھا۔بہر حال اس کے ردعمل میں ایران کی طرف سے جو اندر ہی اندر ایک خفیہ تحریک اٹھی وہ کوئی بڑی عوامی تحریک نہیں تھی۔ابولولو فیروز نامی جو ایرانی تھا' مجوسی تھا۔اس نے حضرت عمرؓ پر قاتلانہ حملہ کیا ہے۔اس سازش کے پیچھے ایک ایرانی جرنیل تھا۔جس کے تحت ابولولو فیروز نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا۔

اب آیئے حضرت عثمانؓ کی شہادت کی طرف۔ دیکھئے جن مذاہب سے اسلام کا ٹکراؤ ہوا وہ تین تھے ایک مشرکین عرب تھے اگر چہ ان کا خاتمہ ہو گیا تھا اور عرب خالی ہو گیا تھا شرک سے۔لیکن انہوں نے وار کیا حضرت ابوبکرؓ کے عہد خلافت میں اور حضرت ابوبکرؓ نے ان کو دبا دیا۔ایران جو ایک سلطنت کی حیثیت سے ختم ہو گیا۔لیکن ان کی قومی عزت نفس کو جو بہت بڑا دھچکا پہنچا۔انہوں نے حضرت عمرؓ کو شہید کیا۔اب مذاہب کی دنیا میں اسلام سے یہودیوں کو نقصان ہوا تھا یا عیسائیوں کو۔عیسائیوں کے ساتھ حضور ﷺ کی زندگی میں بھی معاملہ بہت ہی نرم رہا۔لہٰذا عیسائیت کی طرف سے کوئی بڑا وار اسلام پر نہیں کیا گیا۔لیکن یہودیوں کی طرف سے جو سازش ہوئی وہ سب سے شدید تھی اور سازش کے اندر واقعہ یہ ہے کہ یہود کا ذہن بہت ہی زرخیز (Fertile) ہے۔

حضرت عثمانؓ کے زمانے میں عبداللہ بن سبا نامی ایک یہودی یمن سے آیا۔اس نے اسلام کا لبادہ اوڑھ لیا' اور یہاں آ کر پروپیگنڈا شروع کیا وہ تو فوت ہو گئے۔اور زیرِ زمین دفن ہیں۔اور عیسیٰؑ ان کو اٹھا کر آسمان پر لے جایا گیا۔چنانچہ یہ جو آج بھی قادیانیوں نے نئی نبوت کے دعویداروں نے سب سے بڑا مسئلہ یہی اٹھایا۔رفع مسیحؑ اور انتقال مسیح کے مسیح تو اصل میں سولی سے زندہ اتر آئے تھے۔اور پھر وہاں سے ہجرت کر کے کشمیر میں آ کر دعوت دیتے رہے اور یہاں آ کر یہ جو ہے طبعی موت مرے ہیں۔اور ان کا مزار بھی موجود ہے۔ہر نبی کا ایک وصی ہوتا ہے جس کے حق میں وہ وصیت کرتا ہے۔اللہ کے رسول محمد ﷺ کے وصی تو علیؓ ہیں۔لہٰذا ان کو خلیفہ ہونا چاہئے۔ویسے بھی خلافت تو بنو ہاشم کا حق ہے۔حضور ﷺ ہاشمی تھے۔یہ بنو اُمیہ تو حضور ﷺ کے دشمن رہے آخری وقت میں ایمان لائے۔عثمانؓ تو بنو امیہ میں سے ہے۔جبکہ خلافت حق ہے علیؓ کا۔حضرت علیؓ تو اول دن سے خلیفہ ہیں۔یہ تو انہوں نے تقیہ کیا ہے۔اور جھوٹ موٹ بول کر بیعت کر لی' ابوبکرؓ سے' عمرؓ سے اور عثمانؓ سے ورنہ اصل میں تو وہی خلیفہ ہیں اور وہی امام ہیں بلکہ وہ خدا کا اوتار ہیں۔اس کے علاوہ عبداللہ بن سبا اور اس کے ساتھیوں نے حضرت عثمانؓ کے خلاف بے بنیاد الزامات عائد کئے کہ انہوں نے اپنے رشتہ داروں کو عہدے دے دیئے انہیں نوازا ہے۔ان لوگوں نے مصر' شام' دمشق اور کوفہ میں حضرت عثمانؓ کے خلاف زبردست پروپیگنڈا کیا۔چنانچہ ایک طوفان کھڑا ہو گیا اور اور ہر جگہ سے کچھ لوگ مدینہ آ گئے۔اور انہوں نے مطالبہ کیا کہ عثمانؓ استعفیٰ دیں۔اور علیؓ کو خلیفہ بنایا جائے' ان کو خلیفہ مانا جائے۔ حضرت عثمانؓ نے استعفیٰ سے انکار کر دیا۔دراصل نبی اکرم ﷺ نے حضرت عثمانؓ کو ان الفاظ میں اس فتنے کی اطلاع پہلے ہی دے دی تھی کہ ''اے عثمانؓ تمہیں ایک کرتا پہنایا جائے گا' پھر مطالبہ کیا جائے گا کہ کرتا اتار دو' تم نہ اتارنا''۔آپؓ اس کے اوپر قائم تھے تمام کبائر صحابہؓ حضرت علیؓ حضرت زبیرؓ حضرت طلحہؓ کہہ رہے ہیں کہ آپؓ ان کے خلاف اقدام کیجئے یہ بلوائی ہیں' باغی ہیں ان کے خلاف اقدام کیجئے۔حضرت عثمانؓ نے کہا کہ کچھ بھی ہے یہ کلمہ گو ہیں اور بغیر کسی جرم کے ہم ان کے خلاف اقدام نہیں کر سکتے۔نتیجہ یہ نکلا کہ اس فتنے کے نتیجے میں حضرت عثمانؓ کی شہادت ہوئی۔

بہر حال یہ ہے حضرت عثمانؓ کی شہادت کا پس منظر۔ یہاں ہم لفظ شہادت اس لئے استعمال کر رہے ہیں کہ اللہ کے دین کی گواہی دیتے ہوئے انہوں نے اپنی گردنیں بھی کٹوا دیں۔اس لئے وہ شہداء میں شمار ہوتے ہیں۔البتہ قرآن کا فلسفۂ شہادت کے اعتبار سے ہر نبی شہید تھا' ہر رسول شہید تھا یعنی اللہ کا گواہ تھا۔لہٰذا ہم میں سے ہر شخص شہید بن سکتا ہے' بایں معانی کہ اپنے عمل سے' اپنے قول سے اسلام کی گواہی دیں' دین کی گواہی دے' توحید کی گواہی دے۔اس کا طریقہ یہ ہے کہ اسلامی نظام قائم کرنے کے لئے جدوجہد کریں تاکہ پورے عالم انسانیت پر حجت قائم ہو جائے کہ آؤ دیکھو یہ ہے اسلام' تم کن مغالطوں میں مبتلا ہو' تمہیں بڑی غلط فہمیوں میں مبتلا کر دیا گیا ہے۔اصل اسلام یہ ہے اس کی برکتیں دیکھو' اس میں کیسی آزادیاں ہیں' اس میں کتنی مساوات ہیں' اس میں کتنا انصاف ہے' عدل ہے۔اس میں کس طرح کی کفالت عامہ ہے' سوشل سیکورٹی ہے۔آ کے دیکھو اسلام میں کتنی محبت ہے' کتنی اخوت ہے' اگر ہم نے یہ کر دیا تو پوری دنیا پر اجتماعی شہادت ہو جائے گی' گواہی ہو جائے گی۔آخرت میں اللہ کی نگاہ میں شہید ہوں گے۔البتہ اگر اس جدوجہد میں کہیں جان چلی جائے تو پھر گویا ہم دنیاوی اعتبار سے بھی شہید کے خطاب یا لقب کے حقدار ہو جائیں گے۔(تلخیص: فرقان دانش خان)

آنحضرت ﷺ کی معیشت

حضرت ابوہریرہؓ نے فرمایا: ''اس خدا کی قسم جس کے قبضہ میں ابوہریرہ کی جان ہے۔نبی ﷺ اور آپ کے گھر والوں نے مسلسل تین دن تک گندم کی روٹی پیٹ بھر کر کبھی نہیں کھائی' یہاں تک کہ آپ نے اس دار فانی کو خیرباد کہا''۔(رواہ مسلم)

نواز بے نظیر ملاقات اور نٹور سنگھ کا دورہ پاکستان

ایوب بیگ مرزا

اس ہفتہ پاکستان میں داخلی اور خارجی دونوں سطحوں پر اہم واقعات رونما ہوئے ہیں۔ پاکستان کے موجودہ داخلی حالات پر سرسری نگاہ ڈالی جائے تو پانچ مختلف قوتیں اپنے اپنے مفاد کے تحت سرگرم عمل ہیں یا یوں کہہ لیجئے کہ پاکستان میں اقتدار کی رسہ کشی میں اس وقت یہ پانچ صف اول کے پہلوان اپنے طور پر یا کوئی پارٹنر بنا کر لیلائے اقتدار سے وصل کے خواہش مند ہیں۔ ان باہمی حریفوں میں سے سرفہرست اور سب سے زیادہ طاقتور فوج ہے جس کے اس وقت سربراہ جنرل پرویز مشرف ہیں جن کی پشت پر عوام نہیں اسلحہ ہوتا ہے۔ اسی اسلحی قوت کی بنا پر وہ اس وقت اقتدار کے حقیقی مالک ہیں۔ ان کے بعد پاکستان مسلم لیگ (ق) کا نمبر ہے جس نے فوج کی چھتری تلے سیاسی حکومت قائم کی ہوئی ہے۔ ان میں زیادہ تر وہ لوگ ہیں جنہوں نے 12 اکتوبر کے فوجی شب خون کے فوری بعد ہوا کا رخ دیکھتے ہوئے خود ہی اپنا قبلہ تبدیل کر لیا تھا اور بعض کا معاملہ یہ ہوا کہ نیب نے انہیں خوفزدہ کر کے بقول شخصے اس قبیلہ دسترخوانی میں شامل کر لیا جسے مسلم لیگ (ق) کہا جاتا ہے۔ ان کی صحیح حیثیت متعین کرنے کے لئے ایوب خان کے دور کی کنونشن لیگ کو ذہن میں لایا جائے تو مسئلہ حل ہو سکتا ہے۔ ایسی جماعت کی عوام میں بحیثیت مجموعی جڑیں نہیں ہوتیں البتہ ایسے جاگیردار یا گدی نشین اس جماعت کو میسر آ جاتے ہیں جن کی اپنے علاقوں میں موروثی نشستیں ہوتی ہیں اور وہ بمع اپنی نشستوں کے قابل انتقال ہوتے ہیں۔

تیسرے نمبر پر مسلم لیگ (ن) ہے جس سے پرویز مشرف نے اس وقت اقتدار بزور بازو چھین لیا تھا جبکہ ان کے جہاز کو اغوا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ یہ جماعت پاکستان کے آبادی کے لحاظ سے سب سے بڑے صوبے پنجاب میں بہت ہردلعزیز ہے۔ صوبہ سرحد میں بھی یہ ایک جانی پہچانی جماعت ہے اس کے سربراہ میاں نواز شریف اپنی ذات کی حد تک بلوچستان اور سندھ میں بھی اپنی پہچان رکھتے ہیں جس کی وجہ سے ان صوبوں میں بھی چند ایک نشستوں کے دعویدار ہیں۔

چوتھے نمبر پر پاکستان پیپلز پارٹی ہے جس کے جیالے پاکستان بھر میں پھیلے ہوئے ہیں خصوصاً پنجاب اور سندھ کے دیہی علاقوں میں یہ جماعت خاصی مقبول ہے۔

پانچویں سیاسی قوت مذہبی جماعتوں کا سیاسی اتحاد ہے جو ایم ایم اے کے نام سے موسوم ہے۔ موجودہ صورت حال یہ ہے کہ فوج مسلم لیگ (ق) کے ساتھ مل کر اقتدار کے مزے لوٹ رہی ہے۔ مسلم لیگ (ن) اور پاکستان پیپلز پارٹی نے مل کر اے آر ڈی کے نام سے اپوزیشن اتحاد قائم کیا ہوا ہے۔ ایم ایم اے بیچوں بیچ ہے یعنی اقتدار میں بھی ہے اور سرکاری طور پر تسلیم شدہ اپوزیشن بھی ہے اور اس کے ایک مرکزی رہنما لیڈر آف دی اپوزیشن کی حیثیت سے سرکاری مراعات سے مستفید ہو رہے ہیں۔

اکتوبر 2002ء میں ہونے والے انتخابات میں جن کے بارے میں اب خاصے یقین سے کہا جا رہا ہے کہ وہ انجینئرڈ انتخابات تھے لیکن یہ انجینئرنگ ''ن'' اور ''ق'' کے حوالہ سے پنجاب میں کی گئی تھی جہاں کی ہار جیت ملکی سطح پر فیصلہ کن ثابت ہوتی ہے۔ سرحد اور بلوچستان میں ایم ایم اے کے راستے میں کوئی رکاوٹ نہیں کھڑی کی گئی تھی بلکہ بعض رازدان لوگ قسمیں اٹھا کر کہتے تھے کہ ایم ایم اے کو بھی تقویت پہنچائی گئی تھی تاکہ صوبہ سرحد میں مذہبی انتہاپسندوں کی حکومت دکھا کر امریکہ سے اپنا الو سیدھا کیا جائے۔ یہ ایک ایسی چال تھی جس سے صدر مشرف امریکہ کے لئے ناگزیر بن گئے اور شاید اسی احسان کا بدلہ چکانے کے لئے ایم ایم اے نے تھوڑے سے ظاہری احتجاج کے بعد صدر مشرف کی سترویں (17th) ترمیم منظور کرانے میں پوری مدد کی جس سے صدر مشرف انتظامیہ اور قانون ساز اسمبلی دونوں کی گردن پر پاؤں رکھنے کے قابل ہو گئے۔

اگرچہ ایم ایم اے صدر سے وردی اتارنے کا وعدہ لینے میں کامیاب ہو گئی اور اس کامیابی کا اس نے بڑے زور وشور سے پروپیگنڈا بھی کیا۔ صدر مشرف کو آئینی ترمیم کے لئے ایم ایم اے کے ووٹوں کی ضرورت تھی۔ اپنی ضرورت پوری کر کے صدر نے ایم ایم اے کو انگوٹھا دکھا دیا۔ صدر جب ایم ایم اے کو پوری طرح استعمال کر چکے تو انہوں نے اپنا رخ پیپلز پارٹی کی طرف کر لیا۔ آغاز میں جو داخلی سطح پر اہم واقعات کا ذکر راقم نے کیا تھا ان میں سے ایک انتہائی اہم یہ تھا کہ جدہ میں بے نظیر نے اپنے خاوند آصف زرداری کی معیت میں نواز شریف سے ملاقات کی۔ اگرچہ اس ملاقات میں بے نظیر نے مشرف سے اپنے رابطے کی تصدیق کی ہے لیکن پھر بھی ملاقات کے بعد جو مشترکہ اعلامیہ اخبارات کے حوالے کیا گیا اس میں دونوں رہنماؤں نے حقیقی جمہوریت اور آئین کی سابقہ شکل بحال کرنے کے لئے مشترکہ جدوجہد کرنے کا واضح اعلان کیا۔

صدر مشرف کے بارے میں بی بی سی نے صدفی صد درست کہا ہے کہ وہ تقسیم کرو اور حکومت کرو کی پالیسی پر گامزن ہیں پہلے انہوں نے ایم ایم اے سے علیحدہ طور پر معاہدہ کر کے مولانا فضل الرحمٰن کو لیڈر آف دی اپوزیشن بنا کر اسے اے آر ڈی کے مخالف کھڑا کر دیا تھا اب پھر اس سے مطلب براری کے بعد پاکستان پیپلز پارٹی کو اے آر ڈی سے الگ کرنے کی کوشش کی جا رہی ہے اس پس منظر مین نواز بے نظیر ملاقات بہت اہم تھی۔ بے نظیر کا مسئلہ یہ ہے کہ وہ ایک جدت پسند خاتون ہونے کے حوالہ سے امریکہ کی بڑی فیورٹ ہیں۔ امریکہ کو افغانستان میں جو مسئلہ درپیش ہے اور دہشت گردی کے خلاف جو نام نہاد جنگ لڑ رہا ہے پھر یہ کہ پاکستان کے عوام میں امریکہ کے خلاف جتنی شدید نفرت پائی جاتی ہے اس تمام صورت حال سے نمٹنے کے لئے پاکستانی فوج اور اس کے سربراہ پرویز مشرف اس کے لئے ناگزیر ہو چکے ہیں لہٰذا وہ بے نظیر کو صدر مشرف سے تعاون کرنے پر مجبور کر رہا ہے۔ صدر مشرف کی حقیقی اپوزیشن صرف پاکستان مسلم لیگ (ن) ہے اس جماعت میں بھی نواز اور شہباز کو لڑانے کی مسلسل کوشش کی جا رہی ہے۔ ایم ایم اے نے وردی کے حوالے سے تحریک چلانے کی جو دھمکیاں دی تھیں وہ محض گیدڑ بھبکیاں ثابت ہو رہی ہیں۔ عوام سڑکوں پر آنے کو تیار نہیں ایم ایم اے کا اے آر ڈی سے مطالبہ ہے کہ وہ اس تحریک میں اس کا ساتھ دے تاکہ وردی اتارنے کے لئے صدر مشرف کو مجبور کیا جا سکے جبکہ اے آر ڈی کا مسئلہ صدر مشرف کی وردی نہیں بلکہ خود صدر مشرف ہیں۔ اس کا ایم ایم اے سے مطالبہ ہے کہ کسی تحریک کے لئے گرینڈ اتحاد صرف اس صورت میں بن سکتا ہے اگر سترویں (17th) ترمیم کو ٹارگٹ کرنے پر اتفاق ہو جائے تاکہ صدر مشرف کو بے

اختیار صدر بنایا جا سکے۔ ایم ایم اے کو یہ خطرہ محسوس ہوتا ہے کہ اگر صدر مشرف کے پر کاٹنے کی کوشش کی گئی تو کہیں وہ پہلے وار کر کے اسمبلیاں نہ توڑ دے تو ان کا اقتدار اگرچہ ڈیڑھ صوبے میں ہے اس سے بھی ہاتھ نہ دھونا پڑیں۔ صدر مشرف ایم ایم کے اندر بھی قاضی حسین احمد اور فضل الرحمٰن کے درمیان اختلافات پیدا کرنے کی کوشش کر رہے ہیں جو بہرحال سیاسی چالیں ہیں اور ہمارے ہاں ایک معمول کی بات ہے۔ لہٰذا ایک طرف گرینڈ اپوزیشن بنانے کی جدوجہد ہو رہی ہے اور جوابی طور پر موجود اتحاد کو بھی توڑنے اور اس میں شگاف ڈالنے کی کوشش کی جا رہی ہے۔

خارجی سطح پر اس ہفتہ کارونما ہونے والا واقعہ نٹور سنگھ کا پاکستان کا دورہ ہے۔ جس میں کچھ بریک تھرو کا تاثر دیا گیا ہے۔ بھارتی وزیر خارجہ کی آمد کے پہلے روز ہی سری نگر مظفر آباد بس سروس کے معاہدے کو آخری شکل دی گئی۔ معاہدے کے مطابق 7 راپریل سے یہ بس سروس شروع ہو جائے گی۔ مونا باؤ کھوکھرا پار ریل سروس بھی اسی سال اکتوبر میں شروع ہو جائے گی۔ کراچی اور ممبئی میں دونوں ممالک کے قونصل خانے دوبارہ کھل جائیں گے۔ یوں معلوم ہوتا ہے کہ بھارت کی خواہش ہے کہ پاکستان مکمل طور پر اس کی وکٹ پر کھیلے۔ کبھی مذاکرات کو بالکل مایوسی کی طرف دھکیل دیتا ہے کبھی ہماری حکومت کے لئے بڑی حوصلہ افزا بات کہہ دیتا ہے جس کا نشہ ہمارے حکمرانوں پر دیر تک سوار ہو جاتا ہے۔ اس وقت جو صورت حال تھی وہ یہ تھی کہ بھارت محسوس کر رہا تھا کہ بگلیہار ڈیم پر دوٹوک جواب اور کشمیر پر روایتی ٹال مٹول سے پاکستان بالکل مایوس ہو گیا۔ وہ بھی اب مذاکرات سے پیچھے ہٹے گا جس کا نتیجہ یہ نکلے گا کہ بگلیہار ڈیم میں ورلڈ بینک کے کسی ورڈکٹ (verdict) کو وہ تسلیم کرے یا نہ کرے اس کی عالمی سطح پر بدنامی ہو گی اور سلامتی کونسل کی مستقل نشست کے حوالے سے اس کی کوششوں کو جھٹکا لگے گا۔ علاوہ ازیں کشمیر میں دراندازی میں ایک بار پھر اضافہ ہو سکتا ہے جس سے بھارت مشکلات کا شکار ہو جائے گا۔ لہٰذا بھارت میں اعلیٰ ترین سطح پر یعنی وزیر اعظم' وزیر خارجہ اور سونیا گاندھی کے درمیان وزیر خارجہ کے دورے سے پہلے ایک طویل ملاقات ہوئی اور ایسے اقدامات کا فیصلہ کیا گیا جس کے نتیجہ میں مندرجہ بالا معاہدے تکمیل کو پہنچے پاکستان کو ایک بار پھر مذاکرات میں الجھانے کا منصوبہ ہے۔ سری نگر مظفر آباد بس سروس میں کسی کو کیا اعتراض ہو سکتا ہے' بٹے ہوئے خاندان آپس میں مل سکیں گے۔ بمبئی اور کراچی میں قونصل خانے پہلے بھی موجود تھے تعطل کے بعد وہ دوبارہ کام شروع کر دیں گے تو کوئی ایسی انقلابی تبدیلی واقع نہیں ہو سکے گی۔ اصل مسائل تھے کیا بھارت بگلیہار ڈیم پر تعمیر بند کر دے گا اور آئندہ پاکستانی دریاؤں پر ڈیم بنانے کا ارادہ ترک کر دے گا ایسی کوئی یقین دہانی نہیں کرائی گئی۔ پھر یہ کہ کیا کشمیر کا اتنا مسئلہ تھا کہ سری نگر اور مظفر آباد کے درمیان بس رابطہ ہونا چاہئے ہمارے حکمران خوش ہیں کہ بھارت نے اس سفر کے لئے پاسپورٹ کی شرط ختم کر دی ہے پاکستان کو یہ بیل گم دے کر وہ کئی سال نکالے گا اور پھر کسی واقعہ کے نتیجہ میں یہ بس سروس معطل کر دے گا۔ بھارت نے یہ کہہ کر عام پاکستانی بھی اس پرمٹ کے ذریعے سفر کر سکیں گے پھر یہ تاثر دیا ہے کہ ہم کشمیر کے حوالہ سے اپنے اٹوٹ انگ کے موقف سے پیچھے نہیں ہٹے یہ سہولت صرف کشمیریوں کو نہیں سب پاکستانیوں کو دی گئی ہے۔

خارجی معاملات کے حوالہ سے ہمارے حکمران جب تک اس نکتہ کو نہیں سمجھیں گے کہ آج کی دنیا صحیح یا غلط کو نہیں جانتی صرف یہ دیکھتی ہے کہ کون کیا کہہ رہا ہے جو کہہ رہا ہے اس کی حیثیت کیا ہے۔ بھارت اپنی ہٹ دھرمی کے باوجود دنیا میں اگر کوئی مقام رکھتا ہے تو اس کی وجہ یہ ہے کہ وہاں کا سیاسی اور معاشی نظام بڑا مضبوط اور تیزی سے ترقی کر رہا ہے۔ ایک اطلاع کے مطابق اس مرتبہ اسے G-7 کے اجتماع میں شرکت کی دعوت دی گئی ہے۔ امریکہ بھارت کا قدرتی حلیف ہونے کے باوجود اس کی انتہائی تیز معاشی ترقی سے اب کچھ خائف نظر آتا ہے۔ علاقے میں چین کے بعد معاشی ترقی میں بھارت کا نمبر ہے۔ ہمیں جان لینا چاہئے کہ معاشی طور پر کمزور اور سیاسی طور پر منتشر قوم کی کوئی نہیں سنتا' چاہے وہ حق پر ہی کیوں نہ ہو۔ ہمارا مطالبہ اور خواہش یہ نہیں ہے کہ ہم سیاسی اور معاشی طور پر مضبوط ہو کر ناحق کو حق ثابت کر سکیں لیکن ہم میں اتنی طاقت تو ہونی چاہئے کہ کوئی ہمارا حق تلف کرنے سے پہلے سو مرتبہ سوچے۔ ہم نے مارشل لاء آزما لئے۔ ہم نے صدارتی نظام آزمایا ہم نے پارلیمانی نظام آزمایا' ہم نے صدارتی اور پارلیمانی نظام کا ملغوبہ اپنایا لیکن ہماری ترقی معکوس جا رہی ہے کاش ہم اسلامی نظام کو بھی آزما لیں لیکن گراس روٹ لیول سے پہلے فرد اور معاشرہ اس اسلام کو پہلے خود پر لاگو کریں پھر بطور نظام کے ریاست میں نافذ کر دیں' کاش ایسا ہو جائے۔

بقیہ: اداریہ

اور یہ تینوں ملک بڑی عیاری کے ساتھ یہ کانٹا نکالنے کی سازش کو پایۂ تکمیل تک پہنچانے کی طرف قدم بہ قدم بڑھ رہے ہیں۔

ان سارے حالات کے پس منظر میں حکومت پاکستان کا رویہ انتہائی افسوسناک اور قابلِ مذمت ہے۔ اُس نے اپنی بے تدبیری سے اب وانا کے بعد بلوچستان کو میدانِ کارزار بنا رکھا ہے۔ بے ضمیری کا یہ عالم ہے کہ پاکستان کے اخبارات اور ٹیلی ویژن پر اسامہ بن لادن اور اُس کے رفقائے کار کا اتہ پتہ بتلانے والوں کو انعام کا لالچ دینے کے امریکی اشتہارات دیئے جا رہے ہیں۔ نصاب تعلیم سے اسلامی احکام وتعلیمات کو خارج کیا جا رہا ہے۔ آغا خان بورڈ کی وساطت سے سیکولر نظریات ہماری نئی نسل کے ذہن میں داخل کئے جا رہے ہیں۔ اسلامی شعائر کی کھلم کھلا تضحیک کی جا رہی ہے۔ پاکستان کے پندرہ کروڑ عوام کو گمراہی اور انتشار کی راہ پر ڈال دیا گیا ہے۔ امریکہ برطانیہ کی نئی سازش یہ ہے کہ اب جبکہ افغانستان اور عراق کے بعد امریکا ایران پر جو حملہ کرنے والا ہے' اس موقع پر بھی جنرل پرویز مشرف اپنا وہی نعرہ بلند کریں ''سب سے پہلے پاکستان''۔ لیکن واضح رہے کہ اب کے حالات مختلف ہیں۔ اُس وقت سب کچھ ''اچانک'' ہوا تھا۔ اب اہل پاکستان کی نظر میں امریکی شاطروں کی چالیں صاف صاف نظر آ رہی ہیں۔ اب کے اسلامیانِ عالم کے ساتھ ساتھ اہل پاکستان بھی فریب نظر میں آنے والے نہیں۔ وہ جیک سٹرا کا یہ اعلان فراموش نہیں کریں گے کہ ''سب سے آخر: اسرائیل''۔ یعنی سب سے پہلے پاکستان کو' اور صرف پاکستان کو غیر مسلح کیا جائے گا' کیونکہ واحد ایٹم بردار اسلامی ملک پاکستان اور صرف پاکستان ہے۔ ایران تو اُن کی بندوق کے لئے کندھا ہے' اصل نشانہ پاکستان ہے۔ اب کے عوام ''سب سے پہلے پاکستان'' کے فریب میں نہیں آئیں گے۔ اہل اقتدار کو اس نازک موقع پر اعلیٰ تدبر کے ساتھ ساتھ اُس جرأت مندی اور ضمیر داری کا بھی مظاہرہ کرنا ہو گا جو مسلمانوں کا خاصہ رہا ہے۔

بصورتِ دیگر ع   حذر اے چیرہ دستاں! سخت ہیں فطرت کی تعزیریں!

تنظیم اسلامی کا پیغام
نظامِ خلافت کا قیام

تحریک خلافت اور تحریک آزادی

سید قاسم محمود

گاندھی جی نے اپنی تحریک عدم تعاون کو مسلمانوں کی تحریک خلافت سے وابستہ کر کے دونوں تحریکوں کو انگریزوں سے آزادی کی تحریک کا رُخ دینے کی کوشش کی۔ لیکن وہ اس ضمن میں ہرگز مخلص نہیں تھے اس کا ثبوت مولانا حسرت موہانی کا وہ بیان ہے جو انہوں نے ''پاکستان ناگزیر تھا'' کے مصنف سید حسن ریاض کو دیا اور سید صاحب نے اپنی اس تصنیف میں درج کیا۔ واقعہ یوں ہے کہ انہی دنوں تینوں بڑی جماعتوں یعنی نیشنل کانگریس، خلافت کانفرنس اور مسلم لیگ کے اجلاس بیک وقت احمد آباد میں ہو رہے تھے۔ کانگریس کے اجلاس کے صدر سی آر داس منتخب ہوئے جو اس وقت جیل میں تھے۔ خلافت کانفرنس کے صدر حکیم اجمل خان تھے اور آل انڈیا مسلم لیگ کے صدر مولانا حسرت موہانی۔

احمد آباد میں مولانا حسرت موہانی یہ تہیہ کر کے آئے تھے کہ ہر جماعت میں ''آزادیٔ کامل'' کی قرارداد منظور کرائیں گے۔ انہوں نے خود بیان کیا کہ تمام عمر میں ہم نے اتنی محنت کبھی نہیں کی تھی، جتنی آزادی کی قرارداد کے لئے احمد آباد میں کی۔ ہم نے کانگریس کے وفود کے ہر ہر کیمپ میں جا کر تقریریں کیں اور ہر صوبے کے نمائندے ہم سے متفق تھے۔

جب گاندھی جی کو اس کی اطلاع ہوئی تو وہ بہت گھبرائے اور مولانا عبدالباری فرنگی محلی کے پاس انہوں نے فریاد کی کہ اب تک جو کچھ کیا ہے، اُس سب کو بھائی حسرت برباد کئے دے رہے ہیں، آپ اُن کو سمجھائیے۔ گاندھی اس سے واقف تھے کہ مولانا حسرت موہانی مولانا عبدالباری کے والد سے بیعت تھے اور اہل طریقت سجادہ نشین کا حکم اسی طرح مانتے ہیں، جس طرح پیر کا، اس لئے گاندھی جی کو یقین تھا کہ وہ مولانا عبدالباری کے حکم سے سرتابی نہ کریں گے۔

مولانا عبدالباری نے مولانا حسرت موہانی کو بلایا اور کہا: ''حسرت تم یہ کیا کر رہے ہو۔ گاندھی جی کو تم سے بڑی شکایت ہے''۔

اس پر مولانا حسرت نے جواب دیا: ''آپ ایک وقت مقرر کر کے گاندھی جی کو اپنے ہاں بلا لیجئے۔ میں آپ کی موجودگی میں ان سے گفتگو کروں گا۔ اگر آپ دیکھیں کہ میں حق پر ہوں تو میں جو کچھ کر رہا ہوں، وہ مجھے کرنے دیجئے، ورنہ گاندھی جی مجھے سمجھا دیں گے کہ میرا طرز عمل غلط ہے''۔

مولانا عبدالباری مرحوم نے گاندھی جی اور مولانا حسرت کو بلایا اور دونوں کے درمیان گفتگو ہوئی۔ مولانا حسرت نے گاندھی جی سے پوچھا: ''آپ کو مجھ سے کیا شکایت ہے؟''

گاندھی جی نے جواب دیا: ''یہ کہ آپ کانگریس اور خلافت کانفرنس میں یہ قرارداد پاس کرانا چاہتے ہیں کہ ان دونوں جماعتوں کا نصب العین حصولِ آزادی ہے''۔

مولانا حسرت موہانی نے کہا: ''اگر ان دونوں جماعتوں کا نصب العین آزادی نہیں، تو اور کیا ہے؟''

گاندھی جی نے جواب دیا: ''سوراجیہ''۔

مولانا حسرت بولے: ''سوراجیہ کوئی مسلمہ سیاسی اصطلاح نہیں ہے۔ آپ جس سیاسی حالت کو چاہیں، سوراجیہ کہہ سکتے ہیں۔ آپ سوراجیہ کی یہ تعریف کر دیں کہ وہ کامل آزادی کے ہم معنی ہے، میں اس کو قبول کر لوں گا''۔

گاندھی جی نے جواب دیا: ''میں سوراجیہ کی یہ تعریف نہیں کر سکتا''۔

مولانا حسرت نے پوچھا: ''آپ کو آزادی کے نصب العین سے کیوں اختلاف ہے''۔

گاندھی جی نے کہا: ''ملک ابھی آزادی کے لئے تیار نہیں ہے''۔

اس پر مولانا حسرت بولے: ''جتنا ملک آج تیار ہے، ایسا کبھی نہیں ہو گا''۔

گاندھی جی نے مولانا حسرت کی بات سے اتفاق نہ کیا اور سوراجیہ ہی پر زور دیتے رہے۔ بالآخر مولانا حسرت نے کہا: ''مہاتما جی میں جانتا ہوں کہ آپ صرف ڈومنین سٹیٹس (دولت مشترکہ کے اندر رہتے ہوئے خود مختاری) چاہتے ہیں تا کہ انگریزوں کی سنگینوں کے زور سے مسلمانوں پر حکومت کریں۔ میں مسلمانوں کو چکی کے دو پاٹوں کے بیچ میں ہرگز نہ پسنے دوں گا''۔

اس پر گاندھی جی حیرت سے بولے: ''بھائی حسرت یہ بات اس سے پہلے مجھ سے کسی نے نہیں کہی''۔

مولانا حسرت نے جواب دیا: ''اب میں کہہ رہا ہوں اور یہ بھی کہتا ہوں کہ اگر ہم مسلمان کامل آزادی کے لئے جدوجہد کریں گے تو آپ اس کی مخالفت کریں گے''۔

''ہاں بھائی حسرت میں مخالفت کروں گا''۔ یہ کہہ کر گاندھی جی چلے گئے۔

خلافت کانفرنس کی سبجکٹس کمیٹی میں مولانا حسرت نے ''کامل آزادی'' کی قرارداد پیش کی اور منظور ہوئی۔ مگر صدر نے اسے کھلے اجلاس میں پیش کرنے کی اجازت اس لئے نہ دی کہ خلافت کانفرنس کے قواعد وضوابط کے مطابق سبجکٹس کمیٹی میں وہ دو تہائی آراء کی اکثریت سے منظور نہ ہوئی تھی۔ اس قرارداد حمایت میں اگرچہ اکثریت تھی، مگر دو تہائی سے کم۔

نیشنل کانگریس کے اجلاس میں مولانا حسرت نے کانگریس کی خصوصی ''قرارداد'' کی ترمیم کے طور پر یہ قرارداد اپنی طرف سے پیش کی کہ کانگریس کا نصب العین ''کامل آزادی'' ہو۔ بہت سے نمائندوں نے اس کی تائید میں تقریریں کیں۔ گاندھی جی مولانا حسرت کی تائید میں اس قدر جوش دیکھ کر جھلا گئے اور اس کے خلاف انہوں نے بڑے سخت لہجے میں تقریر فرمائی:

''آپ میں سے بعض نے جیسے سبک طریقے پر اس تجویز کو لیا ہے، اس سے مجھ کو صدمہ ہوا۔ مجھ کو غم اس وجہ سے ہوا کہ اس سے غیر ذمہ داری ظاہر ہوئی۔ ذمہ دار مردوں اور عورتوں کی حیثیت سے ہم کو کلکتہ اور ناگپور کے (اجلاس کے) زمانے کی طرف واپس جانا چاہئے۔ دنیا کا وہ حصہ جو سوچتا ہے، ہم پر یہ الزام عائد کرے گا کہ ہم اس سے بھی واقف نہیں کہ حقیقت میں ہم کیا ہیں۔ ہم کو اپنی کوتاہیوں اور کمیوں کو بھی سمجھنا چاہئے۔ ہندوؤں اور مسلمانوں کے درمیان کامل اور ناقابل شکست اتحاد ہونا چاہئے۔ آج یہاں کون ہے جو اعتماد کے ساتھ یہ کہہ دے کہ ہاں ہندو مسلم اتحاد ہندوستانی قومیت کا ناقابل شکست عنصر ہو گیا ہے۔ یہاں وہ کون ہے جو مجھے یہ بتائے کہ سکھ عیسائی اور یہودی اور یہ اچھوت اس خیال کی مخالفت نہ کریں گے''۔

اور پھر آزادیٔ کامل اور مولانا حسرت کی مجوزہ ترمیم کے خلاف گاندھی جی نے جو سب سے بڑی دلیل پیش کی وہ یہ تھی:

''ہمیں سب سے پہلے اپنی طاقت کو مجتمع کرنا چاہئے۔ ہمیں سب سے پہلے اپنی گہرائیوں کا اندازہ کرنا چاہئے۔ ہمیں اُس پانی میں نہیں اُترنا چاہئے جس کی

گہرائی سے ہم واقف نہیں ہیں اور مولانا حسرت موہانی کی ترمیم آپ کو اس گہرائی میں لئے جارہی ہے جس کی پیائش نہیں ہوسکتی''۔ مولانا حسرت موہانی کی مجوزہ ترمیم مسترد ہوگئی۔

مولانا حسرت موہانی نے صدر کی حیثیت سے آل انڈیا مسلم لیگ کے اجلاس میں خطبۂ صدارت پڑھا اور اُس میں وہ سب کچھ کہا' جو اُن کے جی میں تھا۔ کامل آزادی اور انگریزوں کے مقابلے میں گوریلا جنگ۔ وہ گرفتار ہوئے اور دو الزامات کی بناء پر اُن کے خلاف مقدمات چلائے گئے۔ ایک ملک معظم کی حکومت کے خلاف جنگ کرنا اور دوسرا بغاوت اور شورش کی ترغیب دینا۔ پہلے الزام میں بیس سال کی اور دوسرے الزام میں تین سال کی سزائے قید بامشقت کا حکم ہوا اور وہ بڑودہ جیل بھیج دیئے گئے۔ اسی جیل میں انہوں نے یہ مشہور شعر کہا تھا:

اِک طرفہ تماشا ہے' حسرت کی طبیعت بھی
ہے مشقِ سخن جاری' چکی کی مشقت بھی

بی اماں کا کردار:

تحریک خلافت میں علی برادران کی والدہ نے جو کردار ادا کیا' اُسے فراموش کرنا احسان فراموشی ہوگی۔ قوم نے ''اُم الاحرار'' کے خطاب سے نوازا۔ بیٹوں نے اُماں کہا۔ پوتوں اور پوتیوں نے ''بی اماں'' کہا اور پھر وہ پوری قوم کی بی اماں بن گئیں۔ اُن کا اصل نام آبادی بیگم تھا۔ 1852ء میں امروہہ ضلع مراد آباد میں پیدا ہوئیں۔ آپ کے دادا' پردادا شاہانِ دہلی کے دربار میں وزارت کے منصب پر فائز تھے۔ جب 1857ء کی جنگ آزادی چھڑی تو آپ پانچ سال کی تھیں۔ آپ کے خاندان کے ڈھائی سو مردوں کو گولیوں سے اڑا دیا گیا' بلکہ کئی سو مردوں کو دہلی میں پھانسی پر لٹکا دیا جو بہادر شاہ ظفر کی فوج کے ساتھ مل کر انگریزوں سے لڑنے میں مصروف تھے۔ پھانسی دینے کے بعد اُن کے سر کاٹ کر دہلی کے ''خونی دروازے'' پر لٹکا دیا گیا۔ آبادی بیگم کے سگے ماموں کو بھی پھانسی پر لٹکایا گیا۔ خوش قسمتی سے آپ کے والد بچ نکلنے میں کامیاب ہوگئے اور وہ اہل خانہ کے ساتھ رام پور چلے آئے۔

رام پور میں قیام کے دوران آبادی بیگم کی شادی ناگپور کے ایک غیر سیاسی خاندان کے فرد ایک مقتدر افسر عبدالعلی خان سے ہوئی' جس سے ایک بیٹی اور پانچ بیٹے پیدا ہوئے۔ بدقسمتی سے رام پور میں چیچک کی وبا پھیل گئی اور آپ کے شوہر 1880ء میں اس بیماری سے چل بسے اور یوں آبادی بیگم صرف 28 برس کی عمر میں بیوہ ہوگئیں۔ بڑے بوڑھوں کے اصرار کے باوجود آپ دوسری شادی پر رضامند نہ ہوئیں اور انہوں نے اپنے آپ کو بچوں کی تعلیم و تربیت کے لئے وقف کر دیا' جن میں سب سے چھوٹا محمد علی صرف دو سال کا تھا۔ ان بچوں کو جدید تعلیم سے آراستہ کرنا آپ کا سب سے بڑا خواب تھا۔ جلد ہی آپ کا بڑا بیٹا ذوالفقار علی انگریزی سکول میں تعلیم حاصل کرنے لگا۔ اب بی اماں نے اپنے دوسرے بیٹے شوکت علی کو اسی انگریزی سکول میں بٹھانا چاہا تو آپ کے دیور اور مالی سرپرست نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ ''ہمارے خاندان میں ایک ملحد کافی ہے''۔ لیکن بی اماں نے اس فیصلے کو سختی سے رد کر دیا۔ دوسرے ہی دن اپنا بچا کھچا زیور گروی رکھ آئیں اور شوکت علی کی تعلیم کا بندوبست کیا۔

جس زمانے میں تحریک خلافت عروج پر تھی اور بی اماں کے دو بیٹے محمد علی اور شوکت علی پورے ملک میں ''علی برادران'' کے نام سے شہرت حاصل کر چکے تھے تو اُس وقت آپ 80 سال کی بڑھیا ہو چکی تھیں' لیکن اُس وقت بھی آپ کا عزم جوان تھا۔ آپ نے کئی اہم موقعوں پر اپنے گرفتار بیٹوں کی نمائندگی کی۔ مثلاً آپ نے 1913ء میں کلکتہ میں منعقدہ' آل انڈیا مسلم لیگ کے سالانہ اجلاس میں شرکت کی اور اپنے بیٹے محمد علی جوہر کی نمائندگی کی جو اُس وقت جیل میں تھے۔ یوں تو آپ نے برقع اتارے بغیر ہی اجلاس سے خطاب کیا' لیکن آپ پہلی مسلمان خاتون تھیں' جنہوں نے پہلی بار کسی مردانہ جلسے سے خطاب کیا۔

جس زمانے میں علی برادران جیل میں قید و بند کی صعوبتیں برداشت کر رہے تھے تو بی اماں' جو ضعیفی اور علالت کی وجہ سے بستر سے قدم بھی نہیں نکال سکتی تھیں' مردانہ وار اٹھ کھڑی ہوئیں اور دلیرانہ انداز میں پورے ہندوستان کا دورہ کیا اور تحریک خلافت کے لئے چندہ جمع کیا۔ سفر کے دوران جب آپ کو یہ بتایا گیا کہ مولانا محمد علی اور مولانا شوکت علی دونوں نے یہ قبول کر لیا ہے کہ انہوں نے ہی مسلمانوں کو بغاوت پر ابھارا ہے اور یہ کہ وہ برٹش حکومت سے معافی مانگنے پر تیار ہیں تو بی اماں نے بیٹوں کے نام فوراً خط لکھا کہ ''ابھی میرے بوڑھے ہاتھوں میں اتنی سکت ضرور باقی ہے کہ تم دونوں کو گلا گھونٹ سکوں اور اگر تم نے معافی مانگی تو میں واقعی تم دونوں کا گلا گھونٹ دوں گی''۔

اسی زمانے میں سہارن پور کے ایک گمنام شاعر منشی نور محمد نے چھ بندوں پر مشتمل ایک نظم ''صدائے خاتون'' تحریر کی' جس کے یہ بول پورے ہندوستان کا نعرہ بن گئے:

بولیں اماں محمد علی کی
جان بیٹا' خلافت پہ دے دو
کلمہ پڑھ پڑھ کے پھانسی پہ چڑھنا
جان بیٹا' خلافت پہ دے دو

ستمبر 1921ء میں مولانا محمد علی' مولانا شوکت علی اور کچھ دوسرے مسلمان رہنماؤں کو حکومت نے گرفتار کر لیا اور اُن پر مقدمہ چلانے کا حکم دیا۔ اس مقدمے کی سماعت کراچی کے خالقدینا ہال میں ہوئی۔ نومبر 1921ء میں مولانا محمد علی اور اُن کے ساتھیوں کو دو دو سال قید بامشقت کی سزا کا حکم سنا دیا گیا۔ اقبال سہارن پوری کی نظم ''صدائے مظلوم'' بھی عوام میں بے حد مقبول ہوئی' جس کا مطلع تھا:

کہہ رہے ہیں کراچی کے قیدی
ہم تو جاتے ہیں دو دو برس کو

بی اماں کو لفظ ''آزادی'' سے کس قدر لگاؤ تھا' اس کا اندازہ آپ کے اُس خطاب سے کیا جا سکتا ہے جو آپ نے جامعہ ملیہ کے بھرے جلسۂ عام سے کیا تھا۔ آپ نے کہا: ''آج میں اپنا برقع پھینک کر آپ لوگوں کے سامنے آ گئی ہوں' کیونکہ میری زندگی کا سب سے بڑا مقصد آزادی حاصل کرنا ہے۔ میں آزادی کا وہ منظر اپنی آنکھوں سے دیکھنا چاہتی ہوں' جب لال قلعے سے یونین جیک اُتر آئے اور اس کی جگہ مسلمانوں کا پرچم لہراتا نظر آئے جسے برٹش راج نے اتار پھینکا تھا''۔

11 مارچ 1924ء کو بی اماں کو اپنی پیاری پوتی آمنہ بنت محمد علی کی ناگہانی موت کا صدمہ برداشت کرنا پڑا۔ وہ اپنی بہو امجدی بیگم کو دلاسہ دیتے دیتے خود ہی 13 نومبر 1924ء کو ترکی میں خلافت کے خاتمے اور ہندوستان میں تحریک خلافت کے انجام کا غم برداشت کرتے ہوئے خالق حقیقی کے حضور پہنچ گئیں۔ (جاری ہے)

کیا آپ جاننا چاہتے ہیں کہ

❀ از روئے قرآن حکیم ہمارا دین کیا ہے؟
❀ ہماری دینی ذمہ داریاں کون کون سی ہیں؟
❀ نیکی' تقویٰ اور جہاد کی اصل حقیقت کیا ہے؟

تو مرکزی انجمن خدام القرآن کے جاری کردہ مندرجہ ذیل خط و کتابت کورسز سے فائدہ اٹھائیے:
(1) قرآن حکیم کی فکری و عملی راہنمائی کورس (2) عربی گرامر کورس (I'II'III) (3) ترجمہ قرآن کریم کورس
مزید تفصیلات اور پراسپکٹس (مع جوابی لفافہ) کیلئے رابطہ:
شعبہ خط و کتابت کورسز' قرآن اکیڈمی' 36۔ کے' ماڈل ٹاؤن لاہور

❀❀❀ ضرورت رشتہ ❀❀❀

26 سالہ' بی اے پاس' ایک سالہ کورس الہدیٰ انٹرنیشنل سے فارغ التحصیل نوجوان کے لئے پشتو بولنے والے دینی گھرانے سے تعلیم یافتہ لڑکی کا موزوں رشتہ درکار ہے۔
رابطہ: شمیم اختر فون: 051-4450455

اندلس کے مجاہد اعظم کا آخری خطاب

گل رحمان ہمدرد

مسلمانوں نے سپین پر بڑے وقار کے ساتھ طویل عرصہ تک حکومت کی۔ مگر جب حکمران عیش وعشرت میں پڑ کر جذبۂ جہاد سے عاری ہوگئے تو تیزی کے ساتھ ان کا دور انحطاط شروع ہوگیا۔ ایک وقت ایسا آ گیا کہ مسلمان حکمرانوں کی کمزوری سے فائدہ اٹھاتے ہوئے نصرانیوں نے قرطبہ اور اشبیہ وغیرہ پر غلبہ حاصل کرلیا اور مسلمان حکمرانوں کا اقتدار صرف غرناطہ تک محدود ہوگیا۔ عیسائی مسلمان حکمرانوں کی جاہ پرستی اور بزدلی کو جان چکے تھے چنانچہ انہوں نے مسلمان حکمران ابوعبداللہ اور اس کے وزراء ابوالقاسم وغیرہ کو لالچ دیا کہ اگر وہ سپین پر ہمارا تسلط تسلیم کرلیں تو انہیں ان کے عہدوں پر برقرار رکھیں گے۔ مسلمان حکمرانوں نے قوم کے ساتھ غداری کرتے ہوئے عیسائیوں کے ساتھ معاہدہ کرلیا اور یہاں تک بزدلی دکھائی کہ غرناطہ کے چار سو نوجوانوں کو نصرانیوں کے قبضہ میں دے دیا کہ اگر ہم نے معاہدہ کی پابندی نہ کی تو تم ان جوانوں کو قتل کر دینا۔

اس صورت حال میں غرناطہ کے ایک مجاہد حامد بن زہرہ نے اس وقت کی اسلامی حکومتوں کا دورہ کیا اور مسلمان حکمرانوں سے مدد طلب کی تا کہ نصرانیوں کی بڑھتی ہوئی پیش قدمی کو روکا جاسکے مگر کسی مسلمان حکمران نے مدد کرنے کی حامی نہ بھری۔ ایسے میں یہ مجاہد غرناطہ واپس آ گیا اور یہاں آ کر اہالیان اندلس کے سامنے ایک عظیم الشان خطبہ دیا۔ اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء کے بعد حامد بن زہرہ نے کہا:

''فرزندان اسلام! اگر تمہیں خواب غفلت سے بیدار کرنے یا اس قبرستان کا سناٹا توڑنے کے لئے میری چیخوں کی ضرورت ہے تو میں یہ آخری فریضہ ادا کرنے کی پوری پوری کوشش کروں گا۔ تمہاری آزادی کے بجھتے ہوئے چراغ کو آج خون کی ضرورت ہے لیکن ایک بوڑھا اور کمزور آدمی تمہیں آنسوؤں کے سوا کچھ نہیں دے سکتا اور ایک تنہا فرد کے آنسو ایک قوم کے اجتماعی گناہوں کا کفارہ نہیں ہوسکتے ـــــ اس دنیا میں کئی سیاسی غلطیوں کی تلافی ممکن ہے۔ ہاری ہوئی جنگیں دوبارہ لڑی جا سکتی ہیں اور جیتی جا سکتی ہیں۔ شکستہ قلعے دوبارہ تعمیر ہوسکتے ہیں۔ تاریک راتوں میں بھٹکے ہوئے قافلے صبح کی روشنی میں اپنا راستہ تلاش کر سکتے ہیں لیکن ایک اجتماعی گناہ ایسا بھی ہے جس کے لئے کوئی کفارہ کافی نہیں ہوتا اور بھٹکے ہوئے قافلوں کے لئے ایک رات ایسی بھی آتی ہے جس کے لئے کوئی صبح نہیں ہوتی۔

اہل غرناطہ! میں تمہیں اس آخری گناہ سے روکنا چاہتا ہوں۔ جس کے بعد قوموں کے لئے رحم اور بخشش کے دروازے بند ہو جاتے ہیں ـــــ میں تمہیں اس تاریک رات کی ہولناکیوں سے خبردار کرنا چاہتا ہوں جو کبھی ختم نہیں ہوتی۔ ایک قوم کا آخری گناہ یہ ہوتا ہے کہ وہ ظلم کے خلاف لڑنے کے حق سے دستبردار ہو جائے۔ اور بدقسمتی سے تمہارے حکمران (سپین کے بادشاہ وغیرہ) اس گناہ کی مرتکب ہو چکے ہیں۔ انہوں نے تم پر اللہ کی رحمت کے سارے دروازے بند کر دیئے ہیں۔ انہوں نے مستقبل کی تمام امیدوں کا گلا گھونٹ دیا ہے۔ انہوں نے وہ ذہنی اور اخلاقی حصار توڑ دیئے ہیں جو مظلوم اور بے بس انسانوں کے لئے آخری جائے پناہ کا کام دیتے ہیں۔

اگر اس گناہ کی سزا تمہاری موجودہ نسل تک محدود رہ سکتی تو مجھے اس قدر اضطراب نہ ہوتا لیکن تمہارے حکمرانوں نے وہ سارے چراغ بجھا دیئے ہیں جو تمہاری آئندہ نسلوں کو سلامتی کا راستہ دکھا سکتے ہیں۔

یاد رکھو! جب وہ غرناطہ (سپین کا دارالخلافہ) کا مستقبل تمہاری آزادی اور بقا دشمنوں کو سونپ دیں گے تو تمہارے آلام ومصائب کی نہ ختم ہونے والی رات شروع ہو جائے گی اور میری روح اس رات کے اندھیروں کے تصور سے کانپ اٹھتی ہے۔

دوستو! مجھے اس معاہدے پر تبصرہ کرنے کی ضرورت نہیں جسے تم مستقبل کے امن اور خوشحالی کی ضمانت سمجھتے ہو۔ یہ ایک عفریت کے چہرے کا حسین نقاب ہے جس کے خون آشام ہاتھ تمہاری شہ رگ تک پہنچ چکے ہیں۔ اگر تم یہ سمجھتے ہو کہ تم بھیڑیں بن کر بھیڑیوں کی ہمسائیگی اور سرپرستی میں زندہ رہ سکو گے یا زندہ رہ سکتے ہو تو مجھے تم سے ہمکلام ہونے کی ضرورت نہیں لیکن اگر انسانیت کے ماضی سے کوئی سبق سیکھ سکو تو میں بار بار یہ کہوں گا کہ تم اس جہنم کے دروازے پر دستک دے رہے ہو جو گمراہی اور ذلت کے راستے کی آخری منزل ہے۔ مجھے صرف اس بات کا اندیشہ نہیں کہ تم اس جہنم کی آگ میں بھسم ہوجاؤ گے بلکہ میں یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہاری آئندہ نسلیں بھی برسوں اور شائد صدیوں تک اس جہنم کا ایندھن بنتی رہیں گی۔

تم صرف زندہ رہنے کے لئے دشمن کی غلامی اختیار کرنے پر آمادہ ہو لیکن تمہارے بیٹے اور پوتے غلامی کی زنجیروں کو اپنے ہاتھوں کا زیور سمجھنے کے بعد بھی اپنے آقاؤں سے زندہ رہنے کا حق نہیں منوا سکیں گے ـــــ مجھے صرف یہ اندیشہ نہیں کہ تمہیں ایک بدترین غلامی اختیار کرنے پر مجبور کیا جائے گا بلکہ میں یہ بھی دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں اپنی روح اور بدن کی ساری آزادیوں سے دستبردار ہونے کے بعد بھی زندہ رہنے کا حقدار نہیں سمجھا جائے گا۔

تم قسطلہ اور ارغون کے سپاہیوں کی وحشت اور بربریت دیکھ چکے ہو لیکن ابھی تم نے کلیسا کے پادریوں کی سفاکی نہیں دیکھی۔ تم نے محکمہ احتساب کے وہ اذیت خانے نہیں دیکھے جہاں آہنی شکنجوں میں جکڑے ہوئے انسان ناکردہ گناہوں کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں۔ تم نے آگ کی چتا میں بھسم ہونے والوں کی چیخیں نہیں سنیں لیکن میں یہ سب کچھ دیکھ رہا ہوں۔

وہ امن کی تلاش میں قبرستان کے دروازے پر دستک دے رہے ہیں۔ ان کی جنگ اپنے اقتدار کے لئے تھی۔ ابوعبداللہ اپنے دل کو یہ فریب دے سکتا ہے کہ اسے اپنی غداری کی قیمت مل جائے گی۔ اس کے وزیر اور عمال بھی اس خودفریبی میں مبتلا ہوسکتے ہیں کہ آقاؤں کی تبدیلی ان کے مستقبل پر اثرانداز نہیں ہوگی اور وہ ابوعبداللہ کے بعد فرڈیننڈ (عیسائی کمانڈر) کے خادم بن کر اپنی جان و مال کا تحفظ کر سکیں گے اور شائد بعض مفتیان دین بھی جنہوں نے دین کے احکام کو اپنے بدطینت اور نااہل حکمرانوں کی خواہشات کے سانچوں میں ڈھالنا اپنا شیوہ بنالیا ہے یہی سوچتے ہوں کہ زمانے کے نئے حالات احکام ربانی کی نئی تعبیروں کے متقاضی ہیں۔ اب وہ ابوعبداللہ کی بجائے فرڈیننڈ کی قبا کو بوسے دے کر اپنے حالات کو سازگار بنا سکیں گے۔ لیکن تمہاری جنگ اپنی آزادی اور بقا کی جنگ ہے۔ یہ وہ انسانی ذمہ داری ہے جس سے فرار کا ہر راستہ مکمل ہلاکت پر ختم ہوجاتا ہے۔

اگر تم انسانیت کے بلند مقاصد سے منہ پھیر لو۔ اگر تم اسلام سے منحرف ہوجاؤ تو صرف حیوانوں کی طرح زندہ رہنے کے لئے بھی تمہیں ان درندوں کا مقابلہ کرنا پڑے گا جو تمہارا خون پینے' تمہارا گوشت نوچنے اور تمہاری ہڈیاں چبانے سے پہلے یہ اطمینان چاہتے ہیں کہ تم مکمل طور پر ان

کے نرغے میں آ چکے ہو اور تمہارے اندر اپنی مدافعت کے لئے وہ حیوانی شعور بھی باقی نہیں رہا جو کمزور بکریوں کو بھی سینگ مارنے پر مجبور کر دیتا ہے۔

غرناطہ اسلامیان اندلس کا آخری حصار ہے۔ یہاں مجبور و مقہور انسانوں کے لئے بھی آخری سہارا ہے جو قرطبہ' بلنسیہ' اشبیلیہ' طلیطلہ اور شمال کے دوسرے علاقوں میں صرف اس امید پر زندہ ہیں کہ یہاں سے کوئی مرد مجاہد نمودار ہو گا اور اس کے عزم و یقین کی روشنی سے غلامی کے اندھیرے چھٹ جائیں گے۔ لیکن جب دشمن تمہارے اس آخری حصار پر بھی قبضہ کر لے گا تو اندلس کے طول و عرض میں ان لاکھوں انسانوں کے لئے کوئی جائے پناہ نہیں ہو گی۔

تمہیں اس بات سے خوش نہیں ہونا چاہئے کہ معاہدے کی شرائط بہت نرم ہیں اور آزادی کا سودا کرنے کے بعد تم اپنے عالی شان مکانات' اپنی دولت' اپنے باغات اور اپنے کھیت بچا سکو گے۔ یاد رکھو! جب دشمن کو یہ اطمینان ہو جائے گا کہ تمہاری طاقت و توانائی کے تمام سوتے خشک ہو چکے ہیں' تمہاری روح کسی ظلم کے خلاف بغاوت نہیں کر سکتی تو اس عفریت کو اپنا خونخوار چہرہ مکر و ریا کے لبادوں میں چھپانے کی ضرورت باقی نہیں رہے گی۔

پھر تم وحشت و بربریت کا وہ سیلاب دیکھو گے جو روئے زمین کے کسی قوم نے آج تک نہیں دیکھا۔ اس معاہدے کے خوبصورت الفاظ کے معنی بدل جائیں گے۔ اس وقت تم یہ محسوس کرو گے کہ ظلم و وحشت کی آگ کے انگاروں کو امن کے پھول سمجھ کر تم نے اپنی جھولیاں بھر لی تھیں۔۔۔

مجھے صرف یہی خدشہ نہیں کہ تمہاری درسگاہیں بند کر دی جائیں گی۔ تمہارے کتب خانے جلا دیئے جائیں گے اور تمہاری مساجد گرجوں میں تبدیل ہو جائیں گی۔ بلکہ میں تو یہ دیکھ رہا ہوں کہ تمہیں ہلاکت اور تباہی کی راستے کی ہر نئی منزل پچھلی منزل سے بہت زیادہ تاریک نظر آئے گی۔

پھر مستقبل کے مورخ تمہارے اجڑے ہوئے شہروں کے کھنڈرات دیکھ کر یہ کہا کریں گے۔۔۔ یہ ویرانے اس بدنصیب قوم کی یادگار ہیں جس نے آسمانوں کی بلندیوں سے ہمکنار ہونے کے بعد ذلت اور پستی کا راستہ اختیار کیا تھا۔ یہ اس قافلے کی آخری منزل ہے جس کے راہنماؤں نے اپنی آنکھوں پر پٹیاں باندھ لی تھیں۔ یہ اس قوم کا قبرستان ہے جس نے اپنے ہاتھوں سے اپنا گلا گھونٹ لیا تھا۔

میرے عزیزو! مجھ سے یہ سوال بار بار پوچھا گیا ہے کہ سمندر پار کے بھائیوں کی طرف سے کیا پیغام لایا ہوں۔ میرا جواب یہ ہے کہ آپ کو اپنی بقا کی جنگ خود لڑنی ہو گی ورنہ کوئی مسلمان حکمران ہماری امداد کے لئے تیار نظر نہیں آتا۔ اندلس میں کفر اور اسلام کا آخری معرکہ شروع ہے اور دوسری طرف مسلمان ممالک کے حکمرانوں پر جوں تک نہیں رینگتی۔ میں نے تمام مسلم حکمرانوں کا دروازہ کھٹکھٹایا ہے لیکن کسی نے بھی امداد کا یقین نہیں دلایا۔ لیکن اللہ کی رحمت سے ہمیں مایوس نہیں ہونا چاہئے۔ اگر تم مایوسی اور بددلی کا شکار ہو گئے یا تم نے یہ سمجھ لیا کہ دوسروں کے سہارے ہی تمہاری اندرونی توانائی کا نعم البدل ہو سکتے ہیں تو کوئی بھی آپ کی مدد کے لئے نہیں آئے گا۔ یہ نفسا نفسی کا زمانہ ہے۔ ہر کوئی اپنی فکر کر رہا ہے۔۔۔

میرے ہم وطنو! میں ان جوانوں کو الزام نہیں دیتا جنہیں تمہارے نام نہاد حکمرانوں اور راہنماؤں نے ایک شرمناک سازش کی تکمیل کے لئے دشمن کے حوالے کر دیا ہے۔ انہیں یہ فریب دیا گیا تھا کہ اگر تم کچھ عرصہ کے لئے دشمن کا یرغمال بننا قبول کر لو تو وہ مطمئن ہو جائے گا اور تمہاری قوم کو تیاری کا وقت مل جائے گا۔۔۔ اور اب تمہارے ذہن میں یہ بات ڈالی جا رہی ہے کہ اگر تم نے اجتماعی مزاحمت ترک نہ کی اور دوبارہ جنگ شروع کر دی تو تمہارے بھائی واپس نہیں آئیں گے۔ لیکن ہم اس سازش کو کامیاب نہیں ہونے دیں گے۔

دوستو! متارکہ جنگ کے معاہدے کی جو شرائط مجھے معلوم ہوئی ہیں ان کے مطابق ہتھیار ڈال دینے یا دوبارہ جنگ شروع کرنے کا فیصلہ کرنے کے لئے ستر دن کی مہلت دی گئی تھی۔ لیکن یہ ایک فریب تھا۔ جن غداروں نے اپنا مستقبل فرڈیننڈ کے ساتھ وابستہ کر لیا تھا وہ اسے یہ اطمینان دلا چکے تھے کہ وہ ستر دن کی مہلت ختم ہونے سے پہلے ہی ایسے حالات پیدا کر دیں گے کہ تمہارے دلوں میں لڑنے کا حوصلہ باقی نہیں رہے گا۔

مجھے معلوم ہوا ہے کہ اس وقت قوم کے غدار (سپین کے حکمران اور وزراء) الحمراء میں جمع ہیں۔ ان سے یہ بعید نہیں کہ وہ اچانک دشمن کے لئے شہر کا دروازہ کھول دیں اور تمہیں یہ معلوم ہو کہ تم غلام بنا دیئے گئے ہو۔۔۔ اس لئے تمہیں ایک لمحہ کے لئے بھی ان کی سازشوں سے غافل نہیں ہونا چاہئے۔۔۔ میں نے آپ کو مستقبل کے خطرات سے آگاہ کر لیا اب یہ آپ کا کام ہے کہ جہاد کا راستہ اپناتے ہو یا غلامی اور بے غیرتی کا۔۔۔

قارئین آپ نے سپین کے آخری مرد مجاہد حامد بن زہرہ کی تاریخی تقریر پڑھی۔ اب میں یہی نوحہ پڑھتا ہوں کہ

(1) کاش! اہالیان اندلس حامد بن زہرہ کی ان باتوں پر عمل کر لیتے۔۔۔

(2) کاش! سپین کے آخری حکمران ابوعبداللہ اپنی قوم کے ساتھ غداری نہ کرتے (واضح رہے کہ جب عیسائیوں نے سپین پر مکمل کنٹرول حاصل کر لیا تو انہوں نے سب سے پہلے ابوعبداللہ اور اس کے وزراء کو ملک بدر کیا حالانکہ پہلے عیسائیوں نے ان سے کہا تھا کہ اگر آپ اس ملک کو ہمارے حوالے کر دیں تو آپ کو ہم اپنی حکومت میں اہم عہدے دیں گے۔ جب ابوعبداللہ سپین سے ہجرت کرنے لگے تو وہ رو رہے تھے تو اس کی ماں نے کہا بیٹا! ''جس سلطنت کی آپ مردوں کی طرح حفاظت نہیں کر سکے' اس کے لئے اب عورتوں کی طرح رونا بند کر دو۔ تم نے اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی ماری ہے اور اپنا ملک خود دشمن کے حوالے کیا ہے۔''

(3) کاش! اس وقت کے دوسرے ممالک کے مسلمان حکمران بروقت سپین کے مسلمانوں کی امداد کر لیتے۔

(4) کاش! ہم تاریخ کے اس عبرت ناک واقعے سے کچھ سبق حاصل کر لیتے۔۔۔

(5) کاش! ہمارے حکمران ابوعبداللہ کی طرح اپنے پاؤں پر خود کلہاڑی نہ مارتے۔۔۔!

(6) کاش! عراق اور افغانستان میں مسلمان امریکی ایجنٹ نہ بنتے۔ کاش! اب ہم بغیر وقت ضائع کئے اسلام کا پرچم بلند کرنے کی ہمت کر لیں۔ ورنہ بقول شاعر۔

رفتم کہ خار از پا کشم محمل نہاں از دیدہ شد
یک لحظہ غافل گشتم و صد سالہ منزل دور شد

(میں قافلے کے ساتھ جا رہا تھا کہ میرے پاؤں میں کانٹا چبھ گیا۔ میں نے جب اس کو نکالنے کے لئے ایک لمحہ ضائع کیا تو وہ قافلہ بہت دور نکل چکا تھا۔)

(7) کاش! پاکستان کے حکمران تاریخ سے سبق سیکھیں۔

بانی تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت پاکستان

ڈاکٹر اسرار احمد

کے دروس و خطابات کے آڈیو کیسٹس اور CDs دستیاب ہیں

کورائی محلہ' وارڈ نمبر 13' باندی روڈ' مورو' ضلع نوشہرو فیروز

رابطہ: 0300-2368462

ہم کہاں کھڑے ہیں؟

تین اہم سوالات (گزشتہ سے پیوستہ)

نبی محسن

مَا دِيْنُكَ؟

اب آتے ہیں دوسرے سوال کی طرف مَا دِيْنُكَ؟

یہ بھی اتنا اہم ہے جتنا کہ پہلا سوال اہم تھا۔ دین ایک وسیع المفہوم لفظ ہے۔ عربی زبان میں اس لفظ "دین" کا اصل مفہوم جزا وسزا یا بدلہ ہے۔ چنانچہ سورۃ الفاتحہ میں یہ لفظ اسی معنی میں استعمال ہوا ہے: ﴿مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ﴾ اسی جزا و سزا کے بنیادی تصور سے عربی زبان میں لفظ "دین" کے مفاہیم میں انتہائی وسعت پیدا ہوتی ہے۔ ظاہر بات ہے کہ جزا وسزا کسی ضابطے اور قانون کے تحت ہی ہوتی ہے۔ یعنی ضابطے اور قانون کی پابندی کرنے پر انسان جزا کا مستحق ٹھہرتا ہے اور اس کی خلاف ورزی اور نافرمانی سے سزا کا مستوجب قرار پاتا ہے۔ لہٰذا اسی لفظ "دین" میں جزا وسزا ہے کہ قانون اور ضابطہ تو کسی مقنن اور مطاع کا ہوتا ہے یعنی ایسی ہستی کا تصور جو قانون عطا کرنے والی ہو۔ پس جزا و سزا' قانون و ضابطہ اور مقنن و مطاع کے تصورات و مقتضیات میں اطاعت کا تصور ایک ناگزیر لازمہ کی حیثیت سے شامل ہے۔ قرآن مجید کی مخصوص اصطلاح "دین" ان تمام تصورات کے اجتماع سے بنی ہے اور از روئے قرآن اس کا مفہوم ومطلب یہ ہے کہ "ایک پورا نظام زندگی اور مکمل ضابطہ حیات جس میں ایک ہستی یا ادارے کو مطاع' مقنن (Law giver) اور حاکم مطلق مان کر اس کی جزا اور سزا کے خوف سے اس کے عطا کردہ قانون اور ضابطے کے مطابق اس ہستی کی کامل اطاعت کرتے ہوئے زندگی بسر کی جائے"۔ یہی لفظ دین کا جامع تصور ہے۔ اگر قرآن عظیم الشان پر نظر ڈالی جائے تو مزید رہنمائی بھی حاصل ہوتی ہے۔

دین الملک: سورۂ یوسف میں دین الملک کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔ حضرت یوسفؑ کے زمانے میں مصر میں بادشاہت کا نظام قائم تھا اور حضرت یوسفؑ اس نظام میں ایک بڑے عہدے پر فائز تھے۔ آپ نے اپنے چھوٹے بھائی بن یامین کو اپنے پاس روکنا چاہا لیکن بادشاہ کے اس قانون میں حضرت یوسفؑ کے لئے اپنے بھائی کو آسان نہیں تھا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اس کے لئے ایک خصوصی تدبیر فرمائی:

﴿كَذٰلِكَ كِدْنَا لِيُوْسُفَ ۭمَا كَانَ لِيَاْخُذَ اَخَاهُ فِيْ دِيْنِ الْمَلِكِ اِلَّآ اَنْ يَّشَاۗءَ اللّٰهُ﴾

"اس طرح ہم نے اپنی تدبیر سے یوسف کی تائید کی۔ اس کا کام یہ نہ تھا کہ بادشاہ کے دین میں اپنے بھائی کو پکڑتا۔ الا یہ کہ اللہ چاہے!"۔

دین اللہ: اس وضاحت کو سامنے رکھ کر اب آخری پارے میں "سورۃ النصر" کو اپنے سامنے لایئے:

﴿اِذَا جَاۗءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ o وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا o﴾

"جب اللہ کی مدد آ گئی اور فتح نصیب ہو گئی اور آپ نے دیکھ لیا کہ لوگ فوج در فوج اللہ کے دین میں داخل ہو رہے ہیں"۔

دین اللہ سے مراد اللہ کا دیا ہوا نظام اور قانون ہے' قانون جب نافذ ہو تو قانون کہلاتا ہے۔ دین اللہ اسی معنوں میں دین ہے۔ اسے قائم وغالب کرنا مسلمانوں کی ذمہ داری ہے۔

دین جمہور: "دین اللہ" اور "دین الملک" جیسی قرآنی اصطلاحات کے بعد اب "دین جمہور" کی اصطلاح پر غور کیجئے۔ اب چونکہ دین کے جامع تصور کو صرف انفرادی زندگی یعنی مذہب تک مخصوص کیا گیا تو اس کے جامع تصور یعنی اس کے نظام حیات ہونے کی تصور کی جگہ خالی ہو گئی۔ اس خلا کو پُر کرنے کے لئے "جمہور" خود اپنی رائے' مرضی اور اپنی پسند و ناپسند اور اپنے تجربات ومشاہدات کے اعتبار سے طے کریں گے کہ کیا جائز ہے اور کیا ناجائز۔ کیا صحیح ہے اور کیا غلط! یعنی معاشی نظام' معاشرتی نظام اور سیاسی نظام میں کسی آسمانی شریعت کی ضرورت نہیں ہے۔ پارلیمان کی اکیاون فی صد اکثریت کو ہر بات کے فیصلے کا اختیار مطلق حاصل ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج فحاشی وعریانی عروج پر ہے۔ معمولی معمولی چیزوں پر بھی عریاں تصاویر لگی ہوئی ہوتی ہیں مثلاً مہندی کے ڈبوں پر' آئینوں پر اور جرابوں وغیرہ پر۔ مساوات مرد وزن نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے رکھا ہے سود پر مبنی معاشی نظام کے ڈنکے بج رہے ہیں۔ ان کے یہ کھوکھلے نعرے نگاہ کو خیرہ کرتی ہے لیکن یہ درحقیقت روشن اندوں چنگیز سے تاریک تر کے مصداق ہے۔ یہ انسانیت کے گوشِ تاریک میں روشنی نہیں لا سکتی۔ دجالی نظام کے یہ نعرے گوش سحاب میں سرگوشیاں کرتے ہیں۔ لیکن درحقیقت یہ شیطنیت کی اصل جڑ ہے۔ یہ فساد کا موجب بنی ہوئی ہے بالکل یہی الفاظ جو آج دجال اکبر کا ایجنٹ بش اس کا بغل بچہ ٹونی بلیئر لگا رہے ہیں کہ یہ بنیاد پرست زمین کے امن کو سبوتاژ کر رہے ہیں۔ یہ زمین میں جمہوریت کے لئے نقصان بن رہے ہیں۔ یہ زمین پر بھی خدا کو حاکم مانتے ہیں اور نیو ورلڈ آرڈر کے لئے خطرات پیدا کرتے ہیں۔ خواتین کو گھروں کے اندر بند کرنا چاہتے ہیں۔ فرعون نے بھی کہا تھا:

﴿اِنِّىْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ﴾ (المومن 26)

"میں ڈرتا ہوں کہیں وہ تمہارے دین کو بدل دے گا یا یہ کہ ملک میں فساد پھیلا دے گا"۔

مزید کہا:

﴿وَيَذْهَبَا بِطَرِيْقَتِكُمُ الْمُثْلٰى﴾ (طٰہٰ 63)

"اور آپ کا یہ خوبصورت نظام ختم کرنا چاہتا ہے"۔

وہ خوبصورت نظام کیا تھا۔ بالکل یہی جس کے لئے آج بش اور اس کے پیروکار آسمان سر پر اٹھائے ہوئے ہیں کہ نیو ورلڈ آرڈر ہو گا' مساوات مرد وزن کو کوئی میلی نگاہ سے نہ دیکھے۔ جمہوریت مزید مستحکم ہو جائے۔ یہی نظام فرعون نے بھی قائم کیا تھا۔ اس استحصالی نظام کو ختم کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ نے موسیٰ علیہ السلام اور ہارون علیہ السلام کو بھیجا تھا۔ آج بھی اللہ کے بندوں نے جب یہی نعرہ لگایا کہ:

﴿اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ﴾ (یوسف 40)

"حکم صرف اللہ کا ہے"۔

NO UNO, NO Bush تو وہ دہشت گردوں کے فہرستوں میں آ گئے لیکن

کیا ڈر ہے اگر ساری خدائی ہو مخالف
کافی ہے اگر اک خدا میرے لئے ہے

قرآن پر ذرا نظر ڈالیں۔ فرعون نے موسیٰؑ سے کہا:

﴿اَجِئْتَنَا لِتُخْرِجَنَا مِنْ اَرْضِنَا بِسِحْرِكَ يٰمُوْسٰى﴾ (طٰہٰ 57)

"کیا تو ہمارے پاس اس لئے آیا ہے کہ اپنے جادو سے ہمیں ہمارے ملک سے نکال دے"۔

لیکن جب لوگ موسیٰ کے ہم خیال بننے لگے تو فرعون اور اس کے اراکین پارلیمنٹ نے خفیہ جرگہ کیا اور ظاہر میں لوگوں کو دھوکہ دیا:

﴿فَاسْتَخَفَّ قَوْمَهٗ فَاَطَاعُوْهُ﴾ (الزخرف 54)

"یوں اس نے اپنی قوم کی عقل ماردی اور انہوں نے

اس کی بات مان لی"۔
لوگوں کو کہا:
﴿اِنْ ھٰذٰنِ لَسٰحِرٰنِ یُرِیْدٰنِ اَنْ یُّخْرِجٰکُمْ مِّنْ اَرْضِکُمْ بِسِحْرِھِمَا وَیَذْھَبَا بِطَرِیْقَتِکُمُ الْمُثْلٰی﴾ (طٰہٰ 63)

"کہنے لگے ضرور یہ دونوں جادوگر ہیں جو چاہتے ہیں کہ اپنے جادو سے تمہیں تمہارے ملک سے نکال دیں اور تمہاری مثالی تہذیب مٹا دیں"۔

آج یہی کہا جا رہا ہے۔ جبکہ اللہ کا فرمان ہے:
﴿اِنَّ الدِّیْنَ عِنْدَ اللّٰہِ الْاِسْلَامُ﴾ (آل عمران:19)

"بے شک اللہ کے نزدیک دین اسلام ہے"۔

لیکن روئے ارضی کے کسی حصے پر بھی اللہ کا دین نافذ نہیں ہے۔

اور قرآن عظیم الشان کے اس حکم کو بالائے طاق رکھا ہوا ہے:
﴿اُدْخُلُوْا فِی السِّلْمِ کَآفَّۃً﴾ (البقرہ 208)

"اسلام میں داخل پورے پورے ہو جاؤ"۔

گویا عالم برزخ میں جو سوال ہوگا دین کے بارے میں وہ اسی معنی میں ہوگا۔ اس سوال کا جواب وہی دے سکے گا جو انفرادی زندگی میں اس دین پر عمل پیرا رہا ہوگا اور اجتماعی زندگی میں اس کے قیام کے لئے جدوجہد کی ہوگی۔

مَا دِیْنُکَ؟

اب آیئے آخری سوال کی طرف مَنْ نَبِیُّکَ؟
ہم یوں بھی کہہ سکتے ہیں کہ دنیا میں آپ کا تعلق نبی ﷺ کے ساتھ کن بنیادوں پر تعلق تھا۔ اس سوال کی وضاحت کے لئے ہم سورۃ الاعراف کی آیت نمبر 157 سے رہنمائی حاصل کرتے ہیں۔

﴿فَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ﴾

"پس جو لوگ ان پر ایمان لائے اور جنہوں نے ان کی توقیر و تعظیم کی اور جنہوں نے ان کی مدد اور حمایت کی اور جنہوں نے اس نور کا اتباع کیا جو ان کے ساتھ نازل کیا گیا ہے۔ تو یہی ہیں وہ لوگ جو فلاح پانے والے ہیں"۔

ایمان بالرسالت: نبی کریم ﷺ سے ہمارے تعلق کی اولین بنیاد یہ ہے کہ آپ ﷺ پر ایمان لائیں اور آپ ﷺ کی تصدیق کریں۔ آپ کو اللہ کا نبی اللہ کا رسول اللہ کا فرستادہ اور اللہ کا پیغمبر تسلیم کرے۔ اس ایمان کے دو درجے ہیں یعنی اقرار باللسان اور تصدیق بالقلب۔ زبان سے اس امر کا اقرار کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اور دل سے اسی بات کی تصدیق اور اس بات پر یقین کامل رکھنا۔ جب یہ دونوں آپس میں ایک وحدت بنیں گے تب ہی درحقیقت ایمان مکمل ہوگا۔

نبی کی توقیر و تعظیم: ایمان جب اقرار باللسان سے آگے بڑھ کر تصدیق بالقلب کے درجے تک پہنچتا ہے تو اس ایمان کا پہلا فطری اور لازمی نتیجہ حضور ﷺ کی توقیر و تعظیم اور آپ ﷺ کا ادب و احترام ہے۔ جس کے دو مظہرات سامنے آتے ہیں۔ ان میں سے ایک ہے اطاعت رسولؐ اور دوسرا ہے محبت رسولؐ۔

نصرت رسول: نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی تیسری بنیاد "وَنَصَرُوْہُ" کے الفاظ میں بیان ہوئی ہے یعنی "جن لوگوں نے حضور ﷺ کی مدد اور حمایت کی"۔ اب حضور ﷺ کی مدد کس چیز میں کرنا چاہئے چونکہ آپ ﷺ کا مقصد "لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ" ہے۔ آپ نے اپنے وقت میں اس دین کو جزیرہ نمائے عرب میں قائم کیا تھا۔ اب چونکہ آپ آخری نبی ہیں۔ آپؐ کے بعد کوئی نبی نہیں آئے گا۔ یہ بار گراں اب امت کے کندھوں پر آ پڑی ہے۔

وقت فرصت ہے کہاں کام ابھی باقی ہے
نور توحید کا اتمام ابھی باقی ہے

نبی اکرم ﷺ کے فرض منصبی کے ادراک سے نصرت رسول کا مفہوم خود بخود واضح ہو جاتا ہے۔ اور یہ حقیقت سامنے آتی ہے کہ جو شخص حضور ﷺ پر ایمان لائے اور اس کا دل اس بات کی تصدیق کرے کہ محمد ﷺ اللہ کے رسول ہیں اس کے لئے لازم ہے کہ فریضہ رسالت و نبوت کی ادائیگی میں حضور ﷺ کا رفیق و ناصر بنے۔ اب غلبہ دین کی اس کٹھن مہم میں' اقامت دین اور غلبہ دین کی جان گسل جدوجہد میں دعوت و تبلیغ' شہادت علی الناس کے راہ خارزار میں' حق و باطل کے معرکہ کارزار میں اور جہاد فی سبیل اللہ کے میدانِ جنگ و جدال میں حضور ﷺ کا دست و بازو اور آپ کا حامی و ناصر بننا ہوگا۔ ﴿وَجَاھِدُوْا فِی اللّٰہِ حَقَّ جِھَادِہٖ﴾ کا مقصد بھی یہی ہے: ﴿لِیَکُوْنَ الرَّسُوْلُ شَھِیْدًا عَلَیْکُمْ وَتَکُوْنُوْا شُھَدَآءَ عَلَی النَّاسِ﴾ (حج:78) یعنی جہاں حضور ﷺ کا پسینہ گرے وہاں وہ اپنا خون بہانا اپنے لئے باعث فخر و سعادت سمجھے۔ اسے حضور ﷺ کے مشن کی تکمیل کے لئے سر دھڑ کی بازی لگانے اور اس بازی میں نقد جاں کی نذر گزارنے میں فوز و فلاح اور کامیابی و کامرانی کا یقین ہو۔ اس کا جینا اور مرنا' اس کا جان و مال دین حق کے غلبے کے لئے وقف ہو۔ جو خالق کائنات اور رب العالمین کی طرف سے نبی اکرم ﷺ کو دے کر مبعوث کیا گیا۔ چنانچہ نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی تیسری بنیاد "نصرت رسول" ہے۔

اتباع قرآن مجید: نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی چوتھی بنیاد ﴿وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ﴾ یعنی قرآن عظیم الشان کا اتباع ہے۔ نور سے مراد قرآن عظیم الشان ہے۔ یہ وہ نور ہدایت ہے۔ جو حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوا۔ اس کا اتباع لازم ہے۔ جو تین اصطلاحات پہلے بیان ہو چکی ہیں یعنی: ﴿اٰمَنُوْا بِہٖ وَعَزَّرُوْہُ وَنَصَرُوْہُ﴾ تو وہ انتہائی جامع تھیں۔ اب اس چوتھی بات کا اضافہ کس مقصد کے لئے کیا جا رہا ہے: ﴿وَاتَّبَعُوا النُّوْرَ الَّذِیْٓ اُنْزِلَ مَعَہٗٓ﴾ یہ اس لئے ضروری تھا کہ نبی اکرم ﷺ بہرحال اس دنیا سے تشریف لے جانے والے تھے۔ چنانچہ اس کتاب زندہ کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا تھا:

وَقَدْ تَرَکْتُ فِیْکُمْ مَا اِنِ اعْتَصَمْتُمْ بِہٖ فَلَنْ تضلوا ابدا وَھُوَ کِتَابُ اللّٰہِ

"میں تمہارے درمیان وہ چیز چھوڑے جا رہا ہوں جس کا سرِ رشتہ اگر تم مضبوطی سے تھامے رکھو گے تو تم تا ابد گمراہ نہیں ہو گے وہ چیز ہے کتاب اللہ"۔

لیکن ستم بالائے ستم یہ ہے کہ ہم نے سب سے زیادہ ظلم اس کتاب اللہ کے ساتھ کیا۔ اس کتاب پر پورے گلوب میں کہیں بھی عمل نہیں ہو رہا ہے۔ یہ کتاب صرف برکت کے طور پر طاقوں میں رکھی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آج کرہ ارض فساد سے بھری ہوئی ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یَرْفَعُ بِھٰذَا الْکِتَابِ اَقْوَامًا وَّیَضَعُ بِہٖ اٰخَرِیْنَ "اللہ تعالیٰ اس کتاب عزیز کی وجہ سے کچھ قوموں کو عزت و سربلندی عطا فرمائے گا اور دوسروں کو ذلت و رسوائی"۔ شاعر مشرق نے اس کا نقشہ اس طرح کھینچا ہے:

وہ زمانے میں معزز تھے مسلماں ہو کر
اور ہم خوار ہوئے تارک قرآں ہو کر

یہ چار بنیادیں نبی اکرم ﷺ سے ہمارے تعلق کی بنیاد کا ذریعہ ہیں۔ ہر شخص کے لئے مقام غور ہے کہ اگر وہ نبی اکرم ﷺ سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے تو ان بنیادوں پر آپؐ سے تعلق قائم کرنے کے لئے کیا کر رہا ہے' کیونکہ اس کے بغیر قبر میں پوچھے جانے والے اس تیسرے سوال کا جواب دینا ممکن نہ ہوگا۔

مذکورہ تینوں سوال اس اعتبار سے بہت اہم ہیں کہ عالم برزخ میں سب سے پہلے یہی سوالات کئے جائیں گے۔ ان کے جوابات کے لئے دنیا میں تیاری بہت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ ان تینوں سوالوں کے جوابات ہمارے لئے آسان کردے۔ آمین!

❀ ❀ ❀

نبی ﷺ نے فرمایا" اگر مجھے یہ اندیشہ نہ ہوتا کہ تم (اپنے مردوں کو) دفن کرنا چھوڑ دو گے تو میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتا کہ وہ تمہیں قبر کا عذاب سنوائے"۔ (رواہ مسلم)

بقیہ: [illegible] خلافت

اور اس مقصد کے لئے موجودہ اسلامی نظریاتی کونسل میں شامل جید علماء کرام کی خدمات حاصل کی جائیں!

5) فیڈرل شریعت کورٹ کے جج صاحبان کی شرائط ملازمت اور مراعات ہائی کورٹ کے ججوں کے مساوی کی جائیں!

پروگرام کے اختتام پر موضوع سے متعلق سوالات کے جواب بھی دیئے گئے۔ اگلے روز جمعۃ المبارک کا دن تھا اور پروگرام کے آغاز ہی سے الحمراء ہال کھچا کھچ بھر چکا تھا۔ تلاوت آیات و احادیث کے بعد ڈاکٹر صاحب نے مجوزہ موضوع پر اظہارِ خیال کرتے ہوئے کہا: معیشت میں سود شامل ہو جائے تو سرمایہ کار سرمایہ دار بن جاتا ہے۔ اسلام کا معاشی نظام سرمایہ کاری کو فروغ دینا چاہتا ہے جبکہ مغربی معیشت سرمایہ داری کو تحفظ دے کر لوگوں کو سرمایہ پرست بنا رہی ہے۔ انہوں نے کہا کہ مغربی نظام معیشت سے سود، جوا اور جاگیرداری کو نکال دیا جائے تو وہ اسلام کا آئیڈیل معاشی نظام بن جائے گا۔ پاکستان سے جاگیرداری نظام حضرت عمرؓ کے اجتہاد کی روشنی میں ختم کیا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ پاکستان میں مروجہ مزارعت کا نظام امام ابو حنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً حرام ہے۔ اسلام کا معاشرتی اور سماجی نظام عہدِ حاضر کے تقاضوں کا ساتھ دینے کی پوری صلاحیت رکھتا ہے، ہمیں اس حوالے سے معذرت خواہانہ رویہ اختیار کرنے کی قطعاً ضرورت نہیں۔ ہم دین محمدیؐ کا دامن پکڑ کر نہ صرف دنیا کا مقابلہ کر سکتے ہیں بلکہ اُس سے آگے بڑھ کر دکھا سکتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ یہودی سیکولرزم اور لبرل ازم کو فروغ دینا چاہتے ہیں جبکہ اسلام شریعت کے احکامات پر مبنی صالح معاشرہ وجود میں لانا چاہتا ہے۔ دوسرے دن لیکچر کے اختتام پر بھی موضوع سے متعلقہ سوالات کے تسلی بخش جوابات دیئے گئے۔ سہ روزہ خطبات کے آخری روز خطاب کرتے ہوئے کہا کہ پاکستان کا استحکام ہی نہیں اس کی بقا کا کلی دارومدار صرف اور صرف نفاذ اسلام میں ہے۔ قیامت سے قبل اسلام کے عالمی غلبہ کی کوئی قطعی سند تو میرے علم کی حد تک قرآن حکیم میں موجود نہیں ہے تاہم احادیث نبویہ میں یہ خبریں نہایت وضاحت اور صراحت کے ساتھ دی گئی جن کی رو سے قیامت سے قبل اسلام کا عالمی غلبہ یقینی اور حتمی ہے اور میرا گمان غالب یہ ہے کہ اس کام کا آغاز اسی خطہ سے ہوگا جو افغانستان اور پاکستان پر مشتمل ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم نے بدلتے ہوئے علاقائی اور عالمی حالات سے کوئی سبق حاصل نہیں کیا بلکہ بحیثیت مجموعی زوال کی آخری حدوں کو چُھو رہے ہیں۔ اندرونی انتشار اور خلفشار خطرناک شکل اختیار کر چکا ہے۔ دوسری طرف امریکہ جس کے سہارے ہم جینے کے عادی ہو چکے ہیں اور کھل کر اس کے ''فرنٹ مین'' کا کردار ادا کر رہے ہیں کی ترجیحات میں نا کبھی پہلے پاکستان کا مفاد رہا ہے اور نہ آئندہ کبھی ہو سکتا ہے۔ اس کے نزدیک پاکستان کی حیثیت ہمیشہ ایک آلۂ کار کی رہی ہے، بلکہ اب تو امریکہ کی اصل جنگ ہے ہی اسلام اور مسلمانوں کے خلاف۔ کیونکہ تمام تر بد اخلاقیوں اور بدعنوانیوں کے باوجود مسلمانوں میں عوامی سطح پر کم از کم جذباتی طور پر اسلام کے ساتھ وابستگی موجود ہے جو امریکی دانشوروں کے خیال میں کسی وقت بھی چنگاری کا کام دے سکتی ہے۔ اُنہوں نے کہا کہ پاکستان کا کلی دارومدار صرف اور صرف نفاذ اسلام میں ہے جس کے بغیر اس کی وجہ جواز ہی باقی نہیں رہتی۔ پاکستان میں اسلام کے نفاذ کے لئے آسان ترین راستہ یہ ہے کہ ملک کے عوام و خواص ایک پُرزور مطالبہ لے کر کھڑے ہو جائیں اور قومی اسمبلی سے آئین میں ایسی ترامیم کروائیں جن کی رو سے یہاں اسلام کے قیام کی راہ ہموار ہو سکے۔ بصورت دیگر یہاں ایک منظم اور پُر امن مزاحمتی تحریک کے ذریعے حکمران طبقہ کو گھٹنے ٹیکنے پر مجبور کر دیا جائے کہ وہ فی الفور حقیقی اسلامی نظام قائم کریں اور یہ کام جان و مال کی قربانی دیئے بغیر نہیں ہو سکتا۔ آخری روز اور سوال و جواب کی نشست قدرے طویل رہی لیکن اس کے باوجود تمام سوالوں کے جوابات نہیں دیئے جا سکے۔ تحریک خلافت کے ناظم اعلیٰ جناب عبدالرزاق صاحب جو بہت دھیمے لیکن انتہائی مؤثر انداز میں دین کا کام کرنے کے عادی ہیں نے اعلان فرمایا کہ بقیہ سوالوں کے تسلی بخش جوابات انشاء اللہ بذریعہ ڈاک ارسال کئے جائیں گے۔ اختتامی دُعا پر یہ خطاب اختتام پذیر ہوئے۔

پریس ریلیز

''پاکستان کی باری قریب ہے، پرویز مشرف کے لئے فیصلہ کن وقت آ پہنچا ہے!''

امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید کے 18 فروری کے خطاب جمعہ کا پریس ریلیز

اسلام دشمنوں کا اصل ٹارگٹ پاکستان ہے۔ امریکہ اور اس کے پس پشت یہود کو کسی صورت پاکستان کی ایٹمی صلاحیت کا برقرار رہنا گوارا نہیں۔ لہٰذا ایسا محسوس ہوتا ہے کہ افغانستان اور عراق کے بعد اب ہماری باری بہت قریب ہے۔ لیکن افسوس ہم ان حقائق سے آنکھیں بند کئے اپنے دشمنوں کی ہر بات تسلیم کئے جا رہے ہیں۔ ان خیالات کا اظہار امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید نے مسجد دارالسلام باغ جناح لاہور میں خطاب جمعہ کے اختتام پر کیا۔ انہوں نے کہا اگرچہ صدر مشرف کو بھی یہ نظر آ گیا ہے کہ امریکہ کے اشارے پر کرزئی حکومت بلوچستان میں معاملات کو بگاڑ رہی ہے اور یہ صورت حال چند سال قبل امریکہ میں شائع ہونے والی ایک کتاب کے مندرجات کے عین مطابق ہے جس میں کہا گیا تھا کہ 2006ء میں بلوچستان اس علاقے کی ایک خوشحال ترین اور آزاد ریاست ہوگی۔ گویا پاکستان کے حوالے سے امریکہ کے مذموم عزائم اب کھل کر سامنے آ گئے ہیں۔ چنانچہ اسلام آباد میں اعلیٰ سطح پر اب ایک کھلبلی سی نظر آتی ہے۔ لیکن ہمارے حکمران شاید یہ نہیں جانتے کہ آغا خان فاؤنڈیشن جیسی تعلیمی اصلاحات نافذ کر کے وہ دراصل دشمن کے اس ایجنڈے کو پورا کرنے میں لگے ہوئے ہیں، جس کا مقصد یہاں سے شرم و حیا اور مضبوط خاندانی نظام کی بچی کھچی روایات کا جنازہ نکال کر مغربی بے حیائی کو فروغ دینا ہے تاکہ اس قوم کے نونہالان کے ذہنوں سے عفت و عصمت کے پاکیزہ تصورات اور دین حق کے لئے مر مٹنے کے جذبات کو بچپن ہی میں نکال باہر کیا جائے۔

حافظ عاکف سعید نے کہا کہ صدر مشرف امریکہ کی خوشنودی کی خاطر کچھ بھی کر لیں، وہ جلد یا بدیر ہمارے ایٹمی اثاثوں کو منجمد کر کے رہے گا۔ ہم نے اس سے قبل بھی کچھ ایٹمی سائنس دانوں کی قربانی دے کر امریکی دباؤ کو ٹالنے کی کوشش کی تھی لیکن اب وہ مزید تقاضا کر رہا ہے۔ صدر مشرف کے لئے بھی اصل امتحان کا وقت اب آ پہنچا ہے۔ اُن کا دعویٰ تھا کہ وہ پاکستان کی ایٹمی تنصیبات کے معاملے میں کوئی کمپرومائز نہیں کریں گے اور اس کی حفاظت وہ اپنی جان دے کر بھی کریں گے۔ اب دیکھنا یہ ہے کہ وہ اپنے اس دعوے پر کہاں تک پورا اترتے ہیں۔ امریکہ جیسے بدمست ہاتھی کے عزائم کی راہ میں حائل ہونے کے لئے ہمارے پاس صرف ایک سہارا ہے اور وہ ہے رب کائنات سبحانہ تعالیٰ کا۔ لہٰذا یہ وقت دُعا ہے اور پوری قوم کو اپنی کوتاہیوں سے اجتماعی توبہ کرنی چاہئے تاکہ اس کائنات کی سب سے بڑی طاقت ہمارے ساتھ ہو جائے، کیونکہ اللہ رب العزت کے سوا کوئی امریکہ کو اپنا یہ مقصد پورا کرنے سے باز نہیں رکھ سکتا۔

(جاری کردہ: شعبہ نشر و اشاعت تنظیم اسلامی)

بانی محترم کی کراچی آمد۔ 16-15 فروری 2005ء

بانی محترم کو ماہ فروری میں ایک NGO based مقامی think tank کالیا گروپ کی جانب سے ان کی ویب سائٹ kalpoint.Com کے لئے ایک انٹرویو کی دعوت ملی تھی جس کے سلسلے میں وہ 15 فروری کو کراچی تشریف لائے۔ اس موقع سے فائدہ اٹھاتے ہوئے امیر حلقہ محمد نسیم الدین صاحب نے فاران کلب میں ان کا ایک خطاب رکھ لیا جو اسی دن بعد نماز عشاء کلب کے لان میں منعقد ہوا۔ خطاب کا موضوع تھا ''قرآن کا فلسفہ شہادت''۔ انہوں نے فرمایا: جس طرح دین کی دیگر اصطلاحات کے مفہوم کو محدود کر دیا گیا ہے وہی حال ''شہادت'' کی اصطلاح کا ہوا ہے۔ اس اصطلاح کا عمومی مفہوم اللہ کی راہ میں جان دے دینا ہے۔

شہید کی اصطلاح قرآن میں اللہ کے دین کے لئے اپنے قول اور اپنے عمل سے دین حق کی گواہی دینے کے لئے آئی ہے۔ گواہی یا تو کسی کے حق میں ہوتی ہے یا کسی کے خلاف۔ انبیاء علیہم السلام نے اپنے قول و عمل کے ذریعے لوگوں تک اللہ کے دین کی دعوت پہنچا دیا۔ ختم نبوت کے نتیجے میں اب یہ ذمہ داری امت مسلمہ کے کاندھوں پر عائد ہوتی ہے۔ قیامت کے دن اللہ کے رسول ﷺ اپنی امت کے خلاف گواہی دیں گے کہ آپ نے دین کی دعوت پہنچا دی۔ اس کے بعد امت کے افراد سے سوال ہوگا کہ انہوں نے لوگوں تک دین کی دعوت پہنچائی یا نہیں۔ لہٰذا ہم میں سے جو بھی دین کی دعوت کا حق ادا کر رہا ہے وہ لوگوں کے خلاف گواہی دے کر اللہ تعالیٰ کے حضور میں سرخرو ہو جائے گا۔ اس گواہی کا اعلیٰ ترین درجہ یہ ہے کہ کوئی اللہ کے دین کی دعوت کے عمل کے دوران اپنی جان اللہ کی راہ میں قربان کر دے۔

اگلی صبح جیو ٹی وی کے لئے ''فلسفہ شہادت حسینؓ'' کے موضوع پر پروگرام کی ریکارڈنگ ہوئی۔ بعد نماز عصر کالیا گروپ کی جانب سے ہوٹل آواری ٹاور کے خورشید محل ہال میں پروگرام منعقد ہوا۔ اس پروگرام میں بانی محترم نے ''نزول قرآن اور قرآن ہم سے کیا چاہتا ہے'' کے موضوع پر خطاب فرمایا جس کے بعد سوال و جواب کی نشست منعقد ہوئی۔ انہوں نے فرمایا:

سائنس و ٹیکنالوجی کی ترقی کے نتیجے میں جن حقائق کا انکشاف ہوتا رہے گا قرآن حکیم سے انکی توثیق ہوتی رہے گی۔ قرآن حکیم ہر دور کے افق پر ایک خورشید تاباں بن کر ابھرتا رہا ہے اور ابھرتا رہے گا۔ قرآن حکیم ہم سے چاہتا ہے کہ ہم اس پر ایمان لائیں جیسا کہ ایمان لانے کا حق ہے۔ اس بات کو حضور اکرم ﷺ کی اس حدیث کے تناظر میں سمجھنے کی ضرورت ہے جس میں فرمایا گیا کہ وہ شخص قرآن پر ایمان نہیں لایا جس نے قرآن کی حرام کردہ شے کو حلال ٹھہرا لیا ہو انہوں نے کہا کہ آج ہم انفرادی طور پر الحمدللہ مسلمان تو ہیں لیکن اجتماعی طور پر ایک کافرانہ نظام میں زندگی بسر کرنے پر مجبور ہیں کیونکہ ہم نے سود کی بنیاد پر جس کو قرآن نے حرام ٹھہرایا گیا۔ نظام معیشت کو استوار کر رکھا ہے لہٰذا قرآن یہ بھی چاہتا ہے کہ نہ صرف انفرادی زندگی میں انکی تعلیمات پر عمل کیا جائے بلکہ اس کے اجتماعی نظام کو نافذ کرنے کی جدوجہد کی جائے۔ ایک سوال کے جواب میں انہوں نے کہا کہ انکار حدیث کا فتنہ کوئی نیا نہیں بلکہ یہ فتنہ ہر دور میں اٹھتا رہا ہے یہ غالب اقوام کے ساتھ ہم آہنگی پیدا کرنے کیلئے نام نہاد مسلم دانشوروں کی کوشش کا حصہ ہے۔ قرآن کے عملی پہلو کی تفسیر سنت رسولؐ ہے۔ ایک خاص منصوبے کے تحت میڈیا میں ایسے لوگوں کو ابھارا جا رہا ہے جن کو معروف امریکی تھنک ٹینک رینڈ کارپوریشن نے ماڈرنسٹ مسلمان قرار دیا ہے اور جن کی حوصلہ افزائی کی ضرورت پر زور دیا گیا ہے۔ کیونکہ اگر روایتی بنیاد پرست طبقات اور اسلام کو نظام زندگی کی حیثیت سے غالب کرنے کے خواہشمند مسلمان ساتھ مل گئے تو یہ مغرب کیلئے بہت بڑا خطرہ ہوں گے۔ انہوں نے کہا کہ قرآن و سنت اور اجماع خلافت راشدہ کا اتباع لازم ہے جو یہ کہتے ہیں کہ ہم قرآن سے صرف عمومی اصول اخذ کریں گے اور خصوصی معاملات کا تعلق صرف حضورؐ کے دور سے تھا تو یہ ختم نبوت کے مہر کو توڑنے کے مترادف ہے کیونکہ اس صورت میں ہر دور میں ایک نبی کا ظہور ناگزیر ہو جائے گا۔

اگلی صبح بانی محترم عازم لاہور ہو گئے۔ (رپورٹ: محمد سمیع)

[illegible]

حلقہ کی وسعت کے پیش نظر امیر حلقہ نے علاقہ کو ماہانہ اجتماع کے لئے دو حصوں میں تقسیم کیا ہے۔ بہاولپور، یزمان منڈی، مروٹ کے رفقاء کے لئے بہاول پور قرآن اکیڈمی میں ہر ماہ کے آخری اتوار اجتماع منعقد کیا جاتا ہے۔ جبکہ بہاولنگر، چشتیاں، منچن آباد، منڈی صادق گنج، ہارون آباد اور فورٹ عباس کے رفقاء کے لئے ہر ماہ کے پہلے اتوار قرآن اکیڈمی ہارون آباد میں اجتماع ہوتا ہے۔ اس ماہ مؤخر الذکر حلقہ کا ماہانہ اجتماع 6 فروری بروز اتوار قرآن اکیڈمی ہارون آباد میں تقریباً ساڑھے نو بجے شروع ہوا جس میں خرابی موسم کے باوجود تقریباً 55 حضرات و خواتین نے شرکت کی پروگرام کا آغاز جناب حافظ بشیر احمد صاحب کی خوب صورت آواز میں تلاوت کلام پاک سے ہوا۔ اس کے بعد ذوالفقار علی صاحب نے دعوت کی اہمیت اور اس میں تسلسل کے بارے میں گفتگو کرتے ہوئے واضح کیا کہ دعوت میں تسلسل ہونا داعی کی صفات میں شامل ہے۔ جس طرح مسلسل گرنے والا پانی پتھر میں سوراخ کر سکتا ہے۔ اسی طرح مسلسل اور متواتر دعوت معاشرے میں مثبت انداز میں اثر انداز ہوتی ہے۔ اس کے بعد جناب امیر حلقہ منیر احمد صاحب نے سورۃ الشوریٰ کی آیت 36 تا 43 کا درس دیا۔ انقلابی جماعت کے کارکنوں کے اوصاف کے حوالے سے گفتگو کرتے ہوئے انہوں نے کہا کہ بندہ مومن دنیا کی حقیقت سے آشنا، اپنے رب پر توکل، گناہوں اور فحاشی سے بچنے والا، غصہ میں درگزر کرنے والا ہوتا ہے۔ انقلابی کارکنوں کو انہی اوصاف کا پیکر ہونا چاہئے۔ دس منٹ کے وقفے کے بعد پروفیسر محمد امین صاحب (رفیق چشتیاں) نے ملت ابراہیمی کی نسبت کو واضح کرتے ہوئے کہا کہ ہمیں اپنے کردار سے ثابت کرنا چاہئے کہ ہم ملت ابراہیمی میں سے ہیں۔

بھائی امانت علی (رفیق اسرہ) نے قرآن و سنت کی روشنی میں تھوڑے وقت میں جامع انداز میں دنیا اور آخرت کا موازنہ حاضرین کے سامنے رکھا۔

اس کے بعد محمد رضوان عزمی نے سورۃ مومنون کے ابتدائی گیارہ آیات کا مذاکرہ کروایا۔ آخر میں امیر حلقہ نے تنظیمی امور پر گفتگو کی اور انفاق فی سبیل اللہ کی اہمیت کو واضح کیا۔ نماز ظہر کے بعد کھانے پر اس پروگرام کا اختتام ہوا۔ (رپورٹ: محمد عظیم)

[illegible]

رفقاء کی تربیت اور ان میں فعالیت پیدا کرنے کی غرض سے ''مرکزی شعبہ دعوت'' گاہے بگاہے رفقاء کو سہ روزہ لگانے کی ترغیب دیتا ہے۔ چنانچہ 4 فروری 2005ء کو عارف والا کے محترم رفیق جناب محمد ناصر بھٹی صاحب جو حال ہی میں امارات سے وطن مستقل طور پر آ گئے ہیں، کی خواہش پر سہ روزہ پروگرام ترتیب دیا گیا۔ سات رفقاء حلقہ لاہور سے جبکہ ایک رفیق خانیوال سے شامل ہوئے۔ 4 فروری 2005ء کو ناظم حلقہ جناب رحمت اللہ بٹر صاحب نے ''مسلمانوں کا ماضی، حال اور مستقبل'' کے موضوع پر جامع مسجد مدرسہ عربیہ فاروقیہ میں خطاب جمعہ ارشاد فرمایا۔ جامع مسجد ''سی'' بلاک عارف والا میں نائب ناظم جناب محمد اشرف وصی صاحب نے بھی اسی موضوع پر خطاب فرمایا۔ دونوں جگہ 4 فروری بعد نماز عشاء ''انسانوں سے اللہ کا واحد مطالبہ'' اور 5 فروری بعد نماز فجر ''سچا امتی کون؟'' اور بعد نماز عشاء ''امت مسلمہ کی ذمہ داریاں'' کے موضوعات پر خطابات ہوئے۔

اس کے علاوہ روزانہ صبح 8 تا 12 جناب محمد اشرف وصی شریک رفقاء میں اپنے اچھوتے انداز میں فرائض دینی کے جامع تصور کو راسخ کرتے رہے۔ رفقاء اس تربیتی پروگرام سے مستفید ہوئے۔ علاوہ ازیں عصر کے بعد رفقاء نے دو دو کے گروپ میں شہر میں دعوتی گشت کیا اور تنظیم ایک نظر میں پمفلٹ تقسیم کیا۔ راقم کو کئی لوگوں سے انفرادی ملاقاتیں کرنے کی سعادت حاصل ہوئی۔ اس پروگرام کو کامیاب کرنے میں جناب ڈاکٹر عبداللہ صابر، جناب محمد احمد رکن تحریک خلافت نے جناب محمد ناصر بھٹی سے بھرپور تعاون کیا۔ خاص کر مہتمم جامعہ عربیہ فاروقیہ حضرت مولانا عبدالوہاب جو پروگرام میں شریک بھی ہوتے رہے۔

6 فروری دن گیارہ بجے ''چمن ہوٹل'' میں شہر کے معزز وکلاء پروفیسرز کو چائے پر مدعو کیا گیا جہاں ناظم دعوت جناب رحمت اللہ بٹر نے نہایت فکر انگیز خطاب فرمایا۔ موضوع تھا ''مسئولیت کی بنیادیں اور انبیاء و رسول کا مقصد بعثت'' اس کے بعد شرکاء کے سوالوں کے سیر حاصل جواب دیئے گئے۔ امید ہے جناب محمد ناصر بھٹی کی کاوشوں سے عارف والا جلد ہی تنظیم کا درجہ حاصل کر لے گا۔

(رپورٹ: محمد بن عبدالرشید رحمانی)

حلقہ بالائی سندھ کے زیر اہتمام ایک روزہ تربیتی اجتماع (شب بسری)

15 جنوری بروز ہفتہ حلقہ بالائی سندھ کی سطح پر شب بسری کا انعقاد ہوا۔ پروگرام سے پہلے عصر سے مغرب تک حلقہ کا اجلاس منعقد ہوا جس میں حلقہ کے ذمہ داران کے علاوہ امیر تنظیم سکھر اور نقباء منفرد اسرہ جات نے بھی شرکت کی۔ اجلاس میں تنظیم کے حوالے سے پیش رفت کا جائزہ لیا گیا اور راقم نے حلقہ کو مالیاتی رپورٹ پیش کی تمام شرکاء اجلاس نے حلقہ کی مالیاتی رپورٹ کے حوالے سے اطمینان کا اظہار کیا۔ امیر حلقہ جناب غلام محمد سومرو نے کہا کہ آمدن کی مد میں انفاق فی سبیل اللہ کی پوزیشن بہتر ہوئی ہے لیکن اس میں ابھی مزید بہتری کی گنجائش موجود ہے۔ آخر میں شب بسری کے پروگرام کا لائحہ عمل تیار کیا گیا۔ نماز مغرب کے بعد جناب غلام محمود سومرو (امیر حلقہ بالا سندھ) نے افتتاحی کلمات ادا کئے۔ اس کے بعد رفقاء تنظیم سے تفصیلی تعارفی نشست ہوئی جو کہ نماز عشاء تک جاری رہی۔ درمیان میں چائے بھی پیش کی گئی۔ نماز عشاء کی ادائیگی کے فوراً بعد امیر محترم کا تازہ ترین ''خطبہ جمعہ کا عربی متن اور انفرادی و اجتماعی سطح پر بندگی کے تقاضے'' تھا۔ 10 بجے محترم حافظ خالد شفیع صاحب نے ''تعارف تنظیم اسلامی'' نامی کتاب کا مطالعہ کروایا۔ آپ نے قرارداد تاسیس پر روشنی ڈالی اور بنیادی عقائد اور دینی تصورات کھول کر سمجھائے بعد ازاں اجتماعی دعا ہوئی اور رفقاء کو آرام کا وقت دیا گیا۔ 16 جنوری کی صبح اکثر رفقاء تہجد کے لئے بیدار ہوئے۔ نماز فجر کے بعد سینئر رفیق جناب احمد صادق سومرو صاحب نے درس حدیث دیا انہوں نے کہا کہ حضور ﷺ کے بتائے ہوئے طریقہ پر چلنے ہی میں ہماری نجات ہے اور بندۂ مؤمن کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے ایمان کو پختہ رکھے۔ درس حدیث کے بعد جناب حافظ خالد شفیع صاحب نے انفاق فی سبیل اللہ کے موضوع پر مختصر خطاب فرمایا۔ آخر میں امیر حلقہ نے پروگرام کے اختتامی کلمات کے ساتھ تمام رفقاء کا شکریہ ادا کیا اور اجتماعی دعا کے ساتھ یہ پروگرام اپنے اختتام کو پہنچا۔ پروگرام میں 35 سے 40 رفقاء نے شرکت فرمائی۔ (رپورٹ: نصر اللہ انصاری)

امیر تنظیم اسلامی اور ناظم اعلیٰ کا تین روزہ حلقہ بالائی سندھ کا دورہ

امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب اور ناظم اعلیٰ جناب اظہر بختیار خلجی صاحب 11 دسمبر 2004ء حلقہ بالائی سندھ کے تین روزہ دورہ پر سکھر تشریف لائے۔ شیڈول کے مطابق پروگرام کا آغاز حلقہ کے ذمہ داران سے امیر محترم کی ملاقات سے ہوا۔ یہ نشست 11 بجے صبح حلقہ کے دفتر میں ہوئی۔ نشست میں حلقہ کو درپیش مسائل پر تبادلہ خیال ہوا۔ امیر محترم نے حلقہ کی بہتری کے لئے رہنمائی کی۔ یہ نشست نماز ظہر سے آدھے گھنٹہ پہلے اختتام پذیر ہوئی۔ شام سوا چار بجے نماز عصر ادا کرنے کے بعد رفقاء سے تعارف اور سوال و جواب کی نشست ہوئی جو کہ نماز مغرب تک جاری رہی جس میں 15 سے 20 رفقاء اور احباب نے شرکت کی۔ نماز مغرب کے بعد امیر محترم کے ہاتھ پر بیعت مسنونہ کا اہتمام ہوا۔ بعد ازاں امیر محترم کی ایک گھنٹہ پر محیط حلقہ کے ذمہ داران کے ساتھ تربیتی نشست منعقد ہوئی جس میں حلقہ کے ذمہ داران کے علاوہ رفقاء تنظیم اور کچھ احباب بھی شریک ہوئے۔

12 دسمبر کو ساڑھے گیارہ بجے توسیعی مشاورت کا اجلاس منعقد ہوا جناب اظہر بختیار خلجی نے توسیعی مشاورت کی اہمیت اس کے انعقاد کا مقصد اور اس سے حاصل فوائد بیان فرمائے۔ اجلاس میں 30 رفقاء نے شرکت کی۔ حلقہ بالائی سندھ میں اس نوعیت کا یہ پہلا پروگرام تھا جس میں رفقاء نے اظہار خیال کیا اور حلقہ میں تنظیمی کام کی بہتری کے لئے تجاویز پیش کیں۔ شام چار بجے امیر محترم اور ناظم اعلیٰ امیر حلقہ کے ہمراہ اسرہ شاہ پنجو اور اسرہ پھلجی کے لئے روانہ ہوئے اسرہ شاہ پنجو کے دفتر میں امیر محترم اور ناظم اعلیٰ نے رفقاء اور احباب سے ملاقات کی۔ یہاں 20 سے زائد رفقاء موجود ہیں اور فعال بھی ہیں۔ امیر محترم نے یہ فیصلہ فرمایا کہ یہاں ایک کے بجائے دو اسرہ قائم کئے جائیں اور جناب احمد صادق سومرو صاحب کو حلقہ سے منسلک کیا جائے۔

13 دسمبر 2004ء بروز پیر صبح ہائی اسکول شاہ پنجو کے اساتذہ کے ساتھ امیر محترم اور ناظم اعلیٰ کی ملاقات کروائی گئی جہاں امیر محترم نے ہائی اسکول کے اساتذہ سے مختصر خطاب فرمایا۔ اس کے بعد اسرہ پھلجی کے لئے روانگی ہوئی۔ نماز ظہر وہاں کی جامع مسجد میں ادا کی گئی نماز کے بعد امیر محترم کا جامع مسجد میں مختصر دعوتی نوعیت کا خطاب ہوا جس میں رفقاء و احباب کی بڑی تعداد نے شرکت کی۔ خطاب کے بعد اسرہ پھلجی میں موجود رفقاء سے ملاقات اور تعارفی نشست ہوئی۔ جہاں یہ فیصلہ کیا گیا کہ اس اسرہ کو دو اسروں میں تقسیم کیا جائے بعد میں یہ قافلہ سکھر کے لئے روانہ ہوا۔ نماز عشاء سکھر میں ادا کی گئی۔ رات 9 بجے امیر محترم اور ناظم اعلیٰ لاہور کے لئے حلقہ کے دفتر سے رخصت ہوئے۔ (رپورٹ: نصر اللہ انصاری)

تنظیمی اطلاعات

☆ امیر تنظیم اسلامی جناب حافظ عاکف سعید صاحب نے مرکزی عاملہ میں مشورہ کے بعد مرکزی سطح پر درج ذیل انتظامی تبدیلیاں کی ہیں:

(i) ایوب بیگ مرزا صاحب کو امیر حلقہ لاہور ڈویژن کی جگہ مرکزی ناظم نشر و اشاعت کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

(ii) بریگیڈیئر (ر) ڈاکٹر غلام مرتضیٰ صاحب کو امیر حلقہ لاہور ڈویژن مقرر کیا گیا ہے۔

(iii) ڈاکٹر عبدالخالق کو ناظم نشر و اشاعت کی جگہ معتمد عمومی کی ذمہ داری تفویض کی گئی ہے۔

☆ مرکزی عاملہ کے اجلاس میں امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے ''اسرہ ہمک'' کو تنظیم کا درجہ دیا ہے اور جناب محمد ریاض کو مقامی امیر مقرر کیا ہے۔

☆ امیر تنظیم اسلامی حافظ عاکف سعید صاحب نے مرکزی عاملہ میں مشورہ کے بعد ملتان میں دو نئی مقامی تنظیمیں، تنظیم اسلامی نیو ملتان اور تنظیم اسلامی گلگشت کے نام سے قائم کر دی ہیں اور انجینئر محمد عطاء اللہ خان صاحب اور چوہدری محمود الٰہی صاحب کو بالترتیب ان مقامی تنظیموں کے امیر مقرر کئے ہیں۔
ملتان شہر کی تنظیم جس کے امیر ڈاکٹر محمد طاہر خان خاکوانی صاحب ہیں علی حالہ قائم رہے گی۔

دعائے مغفرت

☆ رفیقات تنظیم اسلامی انیسہ علی (بہاول پور)، رضیہ نواز (فیصل آباد) اور روبینہ منصور (سرگودھا) کی والدہ کا 12 فروری کو انتقال ہو گیا تھا۔

☆ شعبہ تحقیق اسلامی قرآن اکیڈمی لاہور کے کارکن، رفیق تنظیم عبدالمالک صاحب کے والد محترم کا گزشتہ دنوں انتقال ہو گیا۔

☆ حلقہ سرحد جنوبی (ضلع مردان) کے منفرد رفیق جناب محمد رفیق کے والد صاحب وفات پا چکے ہیں۔

☆ مبارک گلزار معتمد تنظیم اسلامی لاہور وسطی کی والدہ ماجدہ گزشتہ دنوں قضائے الٰہی سے رحلت فرما گئیں۔

قارئین ندائے خلافت اور رفقاء و احباب سے مرحومین کے لئے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

مرکز تنظیم اسلامی میں مکتبہ و لائبریری کا قیام

رفقاء و احباب کی اطلاع کے لئے عرض ہے کہ تنظیم اسلامی کے مرکز واقع گڑھی شاہو لاہور میں اب مکتبہ و لائبریری کا اہتمام کیا گیا ہے۔ جس کے اوقات صبح 8:30 بجے تا رات 8:00 بجے تک ہوں گے۔

پاکستان کا استحکام ہی نہیں اس کی بقا کا دارومدار بھی صرف اور صرف نفاذ اسلام میں ہے

پاکستان سے جاگیرداری نظام حضرت عمرؓ کے اجتہاد کی روشنی میں ختم کیا جاسکتا ہے

مزارعت کا مروجہ نظام امام ابوحنیفہؒ اور امام مالکؒ کے نزدیک مطلقاً حرام ہے

مقننہ، انتظامیہ اور عدلیہ کے فرائض و اختیارات میں توازن قائم کرکے پاکستان کو جدید اسلامی ریاست بنایا جاسکتا ہے

اسلام کا معاشرتی اور سماجی نظام عہد حاضر کے تقاضوں کا ساتھ دینے کی صلاحیت رکھتا ہے

پاکستان جیسا اسلامی نظریاتی ملک بھی سیکولرزم کی طرف بڑھ رہا ہے!

''خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں خلافت کا نظام''

کے موضوع پر الحمراء ہال نمبر ایک میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب کے تین خطابات کی روداد

(مرتب: وسیم احمد، نائب ناظم نشر و اشاعت)

تحریک خلافت پاکستان کے زیر اہتمام 10 تا 12 فروری روزانہ 6:30 بجے شب الحمراء ہال نمبر 1 میں سہ روزہ خطبات خلافت کا انعقاد ہوا۔ ان خطبات کا مرکزی عنوان تھا ''خلافت کی حقیقت اور عصر حاضر میں اس کا نظام'' بانی تنظیم اسلامی و داعی تحریک خلافت ڈاکٹر اسرار احمد صاحب نے سہ روزہ خطبات خلافت کے پہلے دن ''خلافت کی حقیقت اور عہد حاضر میں اس کا قانونی اور دستوری ڈھانچہ'' 11 رفروری کی شب ''عصر حاضر میں خلافت کا معاشی اور معاشرتی نظام'' اور آخری روز ''کیا موجودہ ملکی، علاقائی اور عالمی حالات کے پس منظر میں پاکستان میں خلافت کا قیام ممکن ہے؟ اگر ہے تو کیسے؟'' کے موضوعات پر تفصیلی لیکچرز دیئے۔ 10 رفروری کو پروگرام کا آغاز حسب روایت قرآن پاک سے ہوا۔ معروف نعت خواہ محبوب احمد ہمدانی نے حمد اور نعت رسولؐ مقبول کی سعادت حاصل کی۔ زندہ دلان لاہور اور شمع خلافت کے پروانوں کی بڑی تعداد تینوں دن ذوق وشوق سے شرکت کرتی رہی۔ ڈاکٹر صاحب نے نظام خلافت کا قانونی اور دستوری ڈھانچہ بیان کرتے ہوئے کہا کہ مسلمان دنیا میں ڈیڑھ ارب کے لگ بھگ ہونے کے باوجود ذلیل و خوار ہو رہے ہیں، اُس کی وجہ یہ ہے کہ دنیا میں ایک بھی صحیح اسلامی ریاست موجود نہیں۔ پاکستان جیسا اسلامی نظریاتی ملک بھی تیزی سے سیکولرزم کی طرف بڑھ رہا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اکثر دانشور آج کے دور میں اسلامی ریاست کے خدوخال کے بارے میں تحفظات کا شکار ہیں۔ جبکہ کتاب و سنت میں ایک اسلامی ریاست کے قیام کے لئے اصولی رہنمائی موجود ہے۔ لہٰذا عہد حاضر میں عمرانی ارتقاء کے نتیجہ میں جو ترقی ہوئی ہے اُس سے بآسانی استفادہ کیا جاسکتا ہے اور آج کی کسی بھی جمہوری ریاست کی طرح مقننہ انتظامیہ اور عدلیہ کے فرائض و اختیارات میں حسین توازن قائم کرکے جدید اسلامی ریاست کا قیام ممکن بنایا جاسکتا ہے۔ انہوں نے کہا کہ اسلامی ریاست میں بعض بنیادی حقوق وشہریت کے حوالے سے مسلم اور غیر مسلم میں کوئی امتیاز نہیں ہوگا۔ البتہ قانون سازی کی بنیاد چونکہ قرآن اور سنت ہوگی لہٰذا اس میں غیر مسلموں کی شمولیت سود مند نہیں ہوگی۔ اُنہوں نے کہا کہ موجودہ آئین میں مندرجہ ذیل ترامیم کرکے اسے خالص اسلامی آئین بنایا جاسکتا ہے۔

1) قراردادِ مقاصد (دفعہ 2۔الف) کو پورے دستور پر حاوی قرار دیا جائے!
2) دفعہ 227 کو (دفعہ 2۔ب) کی حیثیت سے قرارداد مقاصد سے ملحق کردیا جائے!
3) فیڈرل شریعت کورٹ کو زیادہ مستحکم کیا جائے اور اُس کے دائرہ کار پر عائد پابندیاں ختم کی جائیں!
4) فیڈرل شریعت کورٹ کے کئی بنچ تشکیل دیئے جائیں

(باقی صفحہ 16 پر)

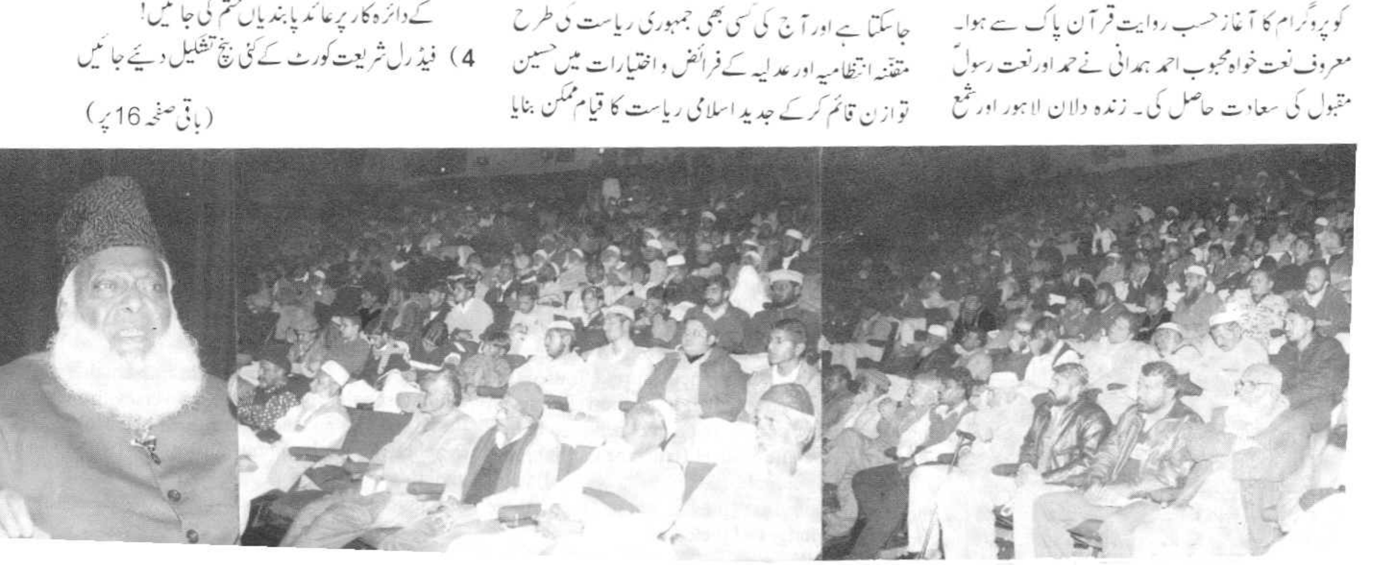

Vol: 14 Regd. No. LRL -50 No. 7

Weekly Nida-e-Khilafat Lahore

Plea against bank interest

Scholars, Lawyers Urged to Pursue Case in FSC

A two-days' Seminar was held on "Islam and Banking" in Qur'an Auditorium of the Qur'an College, New Garden Town, Lahore on 16th & 17th Feb,2005. Seminar was arranged by The Islamic Research & Training Section of Markazi Anjuman Khuddam-ul-Qur'an Lahore. Dr. Israr Ahmad presided over the sessions. Scholars who addressed the audeince were: (1)Justice (R) Wajihuddin Ahmad, (2) Mr. Abdul Wadood Khan, (3)Professor Obaideullah Khan, (4) Dr.Tahir Ibrar, (5) Professor Mian Mohammad Akram, and (6) Hafiz Atif Waheed. Following report was published in Daily Dawn 18th Feb., 2005. It is being reproduce for the readers of Nida-e-Khilfat with thanks from the Newspaper.

LAHORE, Feb 17: Supreme Court's former judge Wajihuddin Ahmad has urged Islamic scholars and eminent lawyers to pursue the petition against bank interest in the Federal Shariat Court where it has been lying pending for the past two years.

He was speaking at a seminar on 'Islam and banking' held by the Anjuman Khuddamul Qur'an at the auditorium of the Qur'an College, New Garden Town, here on Wednesday night with Dr. Israr Ahmad in the chair.

Justice Wajihuddin discussed in detail the circumstances under which the petition against 'riba' or bank interest filed by a citizen was returned by the Supreme Court's Appellate Shariat Bench to the Federal Shariat Court for review of its own earlier verdict against Riba. The bench had earlier accepted the petition with the direction to the federal government to make alternative arrangements for Islamic banking in place of the interest in vogue in the country. He explained to the audience how the government lawyers had put obstacles in dispensation of justice on the most important question of bank interest on the direction of various governments.

He said the story of declaring bank interest against Islam began in 1964 when the Council of Islamic Ideology (CII) that was set up under Ayub Khan's Constitution of 1962 started examining various laws of the country in the light of the Holy Qur'an and Sunnat. The council, after a discussion and analysis, declared that the bank interest and the entire economy based on it was un-Islamic, and suggested that the government should take steps to replace the system. The council sent its report to the government that returned to the council again reaffirmed its earlier report in 1969 that lay pending in the National Assembly's archives along with CII's other voluminous reports on various other laws.

The late Gen Zia, once again, asked the CII in 1977 to review its decision on interest. The council upheld its verdict that the bank interest was un-Islamic, and submitted its report in 1980 asking the government to make alternative arrangement to replace the same.

He said Gen Zia was not serious in his campaign for 'Islamization' in the country as he had categorically told the Americans during one of his tours that they should not get disturbed with his Islamic pronouncements, but they should watch if he really implemented them. He said Zia amended the Constitution of 1973 that provided for the establishment of the Federal Shariat Court and the Appellate Shariat Bench of the Supreme Court to hear the appeal against the decisions of the Federal Shariat Court. The amendment also put a 10-year ban of FSC in 1980 prohibiting it from giving any decision on fiscal matters. Thus it could not declare any fiscal matter unlawful for 10 years.

The Supreme Court was also not allowed to admit any appeal against the FSC's decisions nor would it grant any leave to appeal. As soon as the 10-year ban period expired, a citizen Mahmudur Rahman Faisal moved a petition against bank interest to the FSC. Many other petitions of the same nature were also filed. The FSC jointly heard about 115 such petitions, and in October 1991 it announced its historic decision declaring bank interest or *Riba* un-Islamic. It directed to government to change the law by June 30, 1992, after which all transactions based on bank interest would be prohibited.

The government moved an appeal against the FSC verdict a few days before the last date FSC had fixed to change the system. The Supreme Court admitted the appeal and granted an injunction. For seven years, the appeal remained pending before the Appellate Shariat Bench of the Supreme Court that could function for want of a full bench of two ulema judges and three regular judges of the court.

In 1998 the government moved an application for the withdrawal of its appeal against the FSC decision, but the Appellate Shariat Bench disallowed and gave its decision upholding the FSC verdict asking the government to make alternative economic structure replacing the one based on interest by June 30, 2001. The government moved a review petition against the decision. He said normally the same bench of the Supreme Court that had announced its earlier decisions heard the review petitions. In this case one of the ulema judge of the bench, Mahmood Ghazi, had accepted the government offer of making a member of the National Supreme Council, and he ceased to be a judge of the court and could (not) hear nor sign any decision of the court. Six of the regular judges of the Supreme Court ceased to be judges as they could not take oath under the PCO of Gen Pervez Musharraf. However, when the appellate bench was reconstituted with new judges, both ulema and regular, it decided to refer back the case to FSC where it was pending. He said it appeared the matter would prolong as either the government or the petitioner would again appeal to the Appellate Shariat Bench of the Supreme Court against the decision of the FSC, whatever it might be.

Justice Wajihuddin advised the people that they should withdraw their deposits from the regular banks and deposit them in investment banks because they feared that they would go bankrupt whenever Islamic economic system would be introduced. An Islamic scholar, Dr. Abrar Tahir, from Sadiqabad discussed in detail the conspiracies of the western powers and multinational companies to control the economies of the poor countries and their grip over their economic policies.

Advocate Ismael Qureshi who has been appearing before the FSC and the Supreme Court as counsel of the petitioners against the government and UBL paid tributes to Wajihuddin and his colleagues in the Appellate Shariat Bench for giving their bold decision declaring the bank interest un-Islamic and unlawful. He said the case was pending for hearing before the FSC that had already given its decisions.

Prof Mian Mohammad Akram, another Islamic scholar, pointed out the verses from the Holy Qur'an and Ahadith of the Holy Prophet (Peace be upon him) against *Riba* and their warning against putting the evil into practice.